KARL MARX AND FREDERICK ENGELS

کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز

THE MANIFESTO OF
THE COMMUNIST PARTY

کمیونسٹ پارٹی کا مینی فیسٹو

1848

غیر معمولی صفائی اور آب و تاب کے ساتھ یہ تصنیف نئے عالمی نظریے کا خاکہ پیش کرتی ہے، با اصول مادیت کا جو سماجی زندگی کے دائرے پر بھی حاوی ہے۔ جدلیات کا، جو کہ ارتقا کا سب سے جامع اور گہرا نظریہ ہے۔ طبقاتی جدوجہد اور اس پرولتاریہ کے عالمگیر تاریخی انقلابی رول کے نظریے کا جو ایک نئے کمیونسٹ سماج کا خالق ہے۔ لینن

دنیا کے مزدورو، ایک ہو!

" کمیونسٹ پارٹی کے مینی فیسٹو" کا موجود اردو ترجمہ 1888ء کے انگریزی ایڈیشن سے کیا گیا ہے۔ جس کو فریڈرک اینگلز نے مرتب کیا تھا۔
1888ء کے جرمن ایڈیشن کے انگریزی ایڈیشن اور 1890ء کے جرمن ایڈیشن سے اینگلز کے حاشیئے اور مینی فیسٹو کے مختلف ایڈیشنوں سے مصنفوں کے سب دیباچے، اس اردو ایڈیشن میں شامل کر لئے گئے ہیں۔

<u>نوٹ: تمام حواشی ہر اس لفظ کے ساتھ دئے گئے ہیں جہاں ان کا تعلق ہے۔</u>

فہرست:

☆ 1872 کے جرمن ایڈیشن کا دیباچہ
☆ 1882 کے روسی ایڈیشن کا ترجمہ
☆ 1883 کے جرمن ایڈیشن کا ترجمہ
☆ 1888 کے انگریزی ایڈیشن کا ترجمہ
☆ 1892 کے پولش ایڈیشن کا ترجمہ
☆ 1893 کے اطالوی ایڈیشن کا ترجمہ

<u>کمیونسٹ پارٹی کا مینی فیسٹو</u>
1۔ بورژوا اور پرولتاریہ
2۔ پرولتاریہ اور کمیونسٹ
3۔ سوشلسٹ اور کمیونسٹ ادب
1) رجعتی سوشلزم
ا) جاگیرداری سوشلزم
ب) پیٹی بورژوا سوشلزم
ج) جرمن یا " سچی " سوشلزم
2) قدامت پسند سوشلزم اور کیموزنم
3) یوٹوپیائی سوشلزم اور کیموزنم

4۔حکومت کی دوسری مخالف پارٹیوں سے کمیونسٹوں کا تعلق

Preface to the German Edition of 1872

1872ء کے جرمن ایڈیشن کا دیباچہ

" کمیونسٹ لیگ" نے جو کہ مزدوروں کی ایک بین اقوامی جماعت تھی اور جو اس وقت کے حالات میں خفیہ جماعت ہی ہو سکتی تھی۔نومبر 1874ء میں لندن میں اپنی کانگرس میں ہمیں اس بات پر مامور کیا کہ پارٹی کا ایک مفصل نظریاتی اور عملی پروگرام اشاعت کے لئے تیار کریں۔اس طرح اس "مینی فسٹو" کا جنم ہوا۔اس کا مسودہ فروری انقلاب سے چند ہفتے پہلے چھپنے کے لئے لندن بھیجا گیا۔پہلے یہ جرمن زبان میں چھپا اور اس زبان میں مرتب سے اب تک جرمنی انگلینڈ اور امریکہ میں اس کے کم از کم بارہ مختلف ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔انگریزی میں یہ سب سے پہلے 1850 میں Red Republbian, میں لندن میں چھپا۔اس کا ترجمہ مس ہیلن میکرلین نے کیا تھا۔پھر 1871ء میں امریکہ میں اس کے کم از کم تین مختلف انگریزی ترجمے چھپے۔فرانسیسی ترجمہ پہلے پہل 1848ء میں پیرس میں جون بغاوت سے کچھ پہلے اور حال میں نیویارک کے Le Socialiste, میں بھی شائع ہوا ہے۔(فروری انقلاب فرانس میں 1848ء میں ہوا تھا۔(ایڈیٹر)۔ایک نیا ترجمہ بھی تیار ہو رہا ہے۔جرمن زبان میں پہلی مرتبہ شائع ہونے کے کچھ ہی دنوں بعد پولش زبان میں بھی اس کا ترجمہ لندن میں شائع ہوا۔1860ء کے بعد کے برسوں میں جنیوا میں اس کا روسی ترجمہ شائع ہوا۔اس کی پہلی اشاعت کے بعد جلد ہی ڈینش زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہوا۔

گذشتہ پچیس برسوں میں حالات میں کتنی ہی تبدیلیاں ہوئی ہوں مگر جو عام اصول اس "مینی فسٹو" میں قائم کئے گئے تھے۔وہ بحیثیت مجموعی آج بھی اسی قدر صحیح ہیں جتنے پہلے تھے۔بعض تفصیلات میں کہیں کہیں اصلاح کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ان بنیادی اصولوں کو عملی جامہ پہنانا۔جیسا کہ خود "مینی فسٹو" میں کہا گیا ہے۔ہر جگہ اور ہمیشہ اس وقت کے تاریخی حالات پر منحصر ہے اور اسی وجہ سے دوسرے باب کے آخر میں جو انقلابی تدبیریں پیش کی گئی ہیں ان پر کوئی خاص زور نہیں دیا گیا ہے۔وہ حصہ اگر آج لکھا جائے تو کئی لحاظ سے بہت مختلف ہوگا۔چونکہ گذشتہ پچیس برسوں میں بڑے پیمانے کی صنعت نے بڑے زبردست قدم اٹھائے ہیں اور اسی کے ساتھ مزدور طبقے کی پارٹی تنظیم نے بھی ترقی کی ہے اور پھیلی ہے۔چونکہ فروری انقلاب میں اور پھر اس سے بھی زیادہ پیرس کمیون میں عملی تجربات حاصل ہوئے ہیں۔جبکہ پہلی دفعہ سیاسی اقتدار پورے دو مہینوں تک پرولتاریہ کے ہاتھوں میں رہا اس لئے یہ پروگرام اب بعض تفصیلات میں پرانا ہو گیا ہے۔کمیون نے خصوصیت کے ساتھ یہ بات ثابت کی کہ مزدور طبقے کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ بنی بنائی ریاستی مشینری کو اپنے ہاتھوں میں محض لے لے اور اسے اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرے۔(دیکھئے: Der Burgerkrie in Frankreick, Addresse des Generalrats der Internationaln Arbeiterassoziation, جرمن ایڈیشن صفحہ 19۔اس میں اس خیال پر پوری روشنی ڈالی گئی ہے)(دیکھئے: کارل مارکس، فرانس میں خانہ جنگی) پھر یہ بجائے خود ظاہر ہے کہ موجودہ زمانے کے اعتبار سے سوشلسٹ ادب کی تنقید ناکافی ہے۔کیونکہ وہ 1874 تک ہی رک جاتی ہے۔اسی طرح یہ بھی ظاہر ہے کہ چوتھے باب میں مختلف مخالف پارٹیوں سے کمیونسٹوں کے تعلق کے بارے میں جو بات کہی گئی ہے۔وہ اصولاً اگرچہ اب بھی صحیح ہے، تاہم عملاً جزوی طور پر پرانی ہو چکی ہے کیونکہ سیاسی حالت بالکل بدل گئی ہے اور مینی فسٹو میں جن سیاسی پارٹیوں کا نام لیا گیا ہے۔ان میں سے اکثر و بیشتر کو تاریخ کے ارتقا نے صفحۂ زمین سے مٹا دیا ہے۔لیکن یہ مینی فسٹو تو ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔اس میں رد و بدل کرنے کا اب ہمیں کوئی حق نہیں۔آئندہ ایڈیشن شاید ایک مقدمے کے ساتھ شائع ہو جو 1874ء سے آج تک کے خلا کو پر کر سکے۔موجودہ اشاعت اتنی غیر متوقع تھی کہ ہمیں اس کی مہلت نہیں ملی۔

کارل مارکس۔فریڈرک اینگلز۔لندن 24 جون 1872

Preface to the Russian Edition of 1882

1882ء کے روسی ایڈیشن کا دیباچہ

یہ ایڈیشن 1869 میں شائع ہوا تھا۔1888 کے انگریزی ایڈیشن کے دیباچے میں بھی اینگلز نے مینی فسٹو کے اس روسی ایڈیشن کی اشاعت کی تاریخ غلط لکھی ہے۔)(ایڈیٹر)

" کمیونسٹ پارٹی کے مینی فسٹو" کا پہلا روسی ایڈیشن جو باکونن کا ترجمہ کیا ہوا تھا۔" کولوکول" کے چھاپہ خانے سے 1860ء کے بعد پہلے سالوں میں شائع ہوا۔ان دنوں مغربی یورپ کے لوگ مینی فسٹو کے روسی ایڈیشن کو محض ایک ادبی عجوبے کی حیثیت سے دیکھتے تھے۔آج ایسی بات سوچی نہیں جا سکتی۔اس زمانے میں (دسمبر 1847ء تک) پرولتاری تحریک کا دائرہ کتنا محدود تھا۔یہ مینی فسٹو کے آخری باب سے ظاہر ہے۔جس کا عنوان ہے۔"حکومت کی دوسری مخالف پارٹیوں سے کمیونسٹوں کا تعلق"۔اس میں روس اور ریاستہائے متحدہ امریکہ ان دونوں ملکوں ہی کا کوئی ذکر نہیں۔یہ وہ زمانہ تھا جب روس تمام یورپی رجعت پرستی کا آخری بڑا قلعہ تھا اور ریاستہائے متحدہ امریکہ تارکین وطن کے ذریعے یورپ کی فاضل پرولتاری آبادی کو اپنے اندر جذب کر رہا تھا۔دونوں ملک یورپ کو کچا مال مہیا کرتے تھے اور اسی کے ساتھ ان کی منڈیوں میں یورپ کا صنعتی سامان بکتا تھا۔لہٰذا اس زمانے میں دونوں ملک کسی نہ کسی طور سے مروجہ یورپی نظام کا سہارا بنے ہوئے تھے۔

آج حالت کتنی بدل چکی ہے۔یورپ سے آبادی کے منتقل ہو کر آنے سے ہی شمالی امریکہ عظیم الشان زرعی پیداوار کے قابل بنا۔جس کا مقابلہ یورپ کی بڑی اور چھوٹی ملکیت

آراضی کی ساری بنیادوں کو ہی ہلا رہا ہے۔اس کے علاوہ اس نے ریاستہائے متحدہ امریکہ کو موقع دیا کہ اپنے زبردست صنعتی وسیلوں کا استحصال اتنی سرگرمی کے ساتھ اور ایسے پیمانے پر کرے۔جس سے مغربی یورپ اور خاص کر انگلینڈ کا اب تک کا صنعتی اجارہ تھوڑے ہی دنوں میں ٹوٹ جائے۔ان دونوں باتوں کا خود امریکہ پر انقلابی اثر ہو رہا ہے۔کاشتکاروں کی چھوٹی اور درمیانی ملکیت آراضی، جو کہ اس کے تمام سیاسی نظام کی بنیاد ہے، عظیم الشان فارموں کے مقابلے میں رفتہ رفتہ زیر ہوتی جا رہی ہے۔اسی کے ساتھ صنعتی علاقوں میں پہلی بار پرولتاریہ کی کثیر تعداد اور سرمایوں کا بے انتہا ارتکاز ہوتا جا رہا ہے۔اور اب روس! 1848-49ء کے انقلاب کے دوران صرف یورپی شاہوں کو ہی نہیں بلکہ یورپی بورژوازی کو بھی پرولتاریہ سے جو کہ ابھی ابھی بیدار ہونے لگا تھا۔نجات کی ایک ہی صورت دکھائی دی اور وہ تھی روس کی مداخلت! زار کو یورپی رجعت پرستی کا سربراہ مان لیا گیا تھا۔آج وہ انقلاب کا قیدی ہے، گاٹچینا میں، اور روس یورپ میں انقلابی تحریک کا ہراول دستہ ہے۔بورژوا ملکیت کا شیرازہ عنقریب منتشر ہو کر ہی رہے گا۔لیکن روس میں ہم دیکھتے ہیں کہ تیزی سے بڑھتے ہوئے سرمایہ دارانہ فریب اور بورژوا ملکیت آراضی کے مقابلے میں جس کا ابھی آغاز ہی ہوا ہے، آدھے سے زیادہ زمین کسانوں کی مشترکہ ملکیت ہے۔اب سوال یہ ہے کیا روسی ابشچینا (دیہی برادری۔(ایڈیٹر) جو زمین کی ابتدائی مشترکہ ملکیت کی ایک صورت ہے اور جس کی جڑیں بہت کچھ کھوکھلی ہو چکی ہیں، بدل کر براہ راست کمیونسٹ مشترکہ ملکیت کی اعلیٰ صورت اختیار کرے گی؟ یا اس کے برعکس، کیا اس کو بھی انتشار کے عمل سے گذرنا ہوگا جس طرح مغرب کے تاریخی ارتقا میں ہوا تھا؟

آج اس سوال کا ایک ہی جواب دیا جا سکتا ہے۔اگر انقلاب روس مغرب میں ایک پرولتاری انقلاب کے لئے شمع کا کام دے اور اس طرح دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کریں تو ہوسکتا ہے کہ روس میں زمین کی موجودہ برادری والی ملکیت وہ نقطہ بن جائے جہاں سے کمیونسٹ نشو ونما شروع ہو۔

کارل مارکس۔فریڈرک اینگلز، لندن۔ 21 جنوری 1882

Preface to the German Edition of 1883

1883ء کے جرمن ایڈیشن کا دیباچہ

افسوس کہ موجودہ ایڈیشن کا دیباچہ مجھے اکیلے لکھنا ہوگا۔مارکس، جس کا یورپ اور امریکہ کا سارا مزدور طبقہ جتنا ممنون احسان ہے اتنا کسی کا نہیں، آج ہائی گیٹ کے قبرستان میں سو رہا ہے۔اور اس کی قبر پر اب گھاس بھی اگنے لگی ہے۔اس کے مرنے کے بعد تو اب مینی فیسٹو میں ترمیم یا اضافے کی بات سوچی ہی نہیں جا سکتی۔یہی وجہ ہے کہ میں اس موقع پر پھر ایک بات صاف کر دینا بہت ضروری سمجھتا ہوں۔

مینی فیسٹو کے اندر جو بنیادی خیال کام کر رہا ہے یعنی یہ کہ ہر تاریخی عہد میں اقتصادی پیداوار اور اس سے لازمی طور پر پیدا ہونے والا سماج کا ڈھانچہ، اس عہد کی سیاسی اور ذہنی تاریخ کے لئے بنیاد کا کام دیتا ہے، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ (زمین کی ابتدائی برادری والی ملکیت کے منتشر ہونے کے بعد) ساری تاریخ طبقاتی جدوجہد کی تاریخ ہے اس جدوجہد کی جو استعمال کرنے والوں اور استحصال کئے جانے والوں میں۔حاکم اور محکوم طبقوں میں سماجی ارتقا کی مختلف منزلوں پر ہوتی رہی ہے لیکن یہ جدوجہد اب ایک ایسی منزل پر پہنچ گئی ہے جبکہ وہ طبقہ جس کا استحصال کیا جاتا ہے اور جو مظلوم ہے (یعنی پرولتاریہ) اپنے ظالموں اور استحصال کرنے والوں سے (یعنی بورژوا طبقے سے) اس وقت تک آزاد نہیں ہو سکتا جب تک اپنے ساتھ پورے سماج کو ہمیشہ کے لئے استحصال، ظلم اور طبقاتی جدوجہد سے چھٹکارا نہ دلا دے۔یہ بنیادی خیال مارکس کی اپنی اور مخصوص دین ہے۔میں نے انگریزی ترجمے کے دیباچے میں لکھا ہے کہ میری رائے میں تاریخ کے لئے یہ خیال وہی کچھ کرے گا جو حیاتیات کے لئے ڈارون کے نظریے نے کیا۔مارکس اور میں دونوں 1845ء سے کئی برس پہلے ہی رفتہ رفتہ اس نتیجے پر پہنچنے لگے تھے۔بذات خود میں کہاں تک اس نتیجے پر پہنچا تھا اس کا اندازہ میری کتاب "انگلینڈ مین مزدور طبقے کی حالت" سے بخوبی ہوسکتا ہے۔لیکن 1845ء کے موسم بہار میں جب میں برسلز میں دوبارہ مارکس سے ملا تو وہ یہ نتیجہ مرتب کر چکا تھا اور میں نے ابھی جن الفاظ میں اس کا ذکر کیا ہے۔تقریباً ان ہی واضح الفاظ میں اس نے اسے میرے سامنے پیش کیا تھا۔
(1890ء کے جرمن ایڈیشن میں اینگلز کا حاشیہ۔)

یہ بات میں پہلے بھی کئی بار کہہ چکا ہوں۔لیکن اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ اسے خود مینی فیسٹو کی ابتدا میں درج کر دیا جائے۔

فریڈرک اینگلز۔لندن 28 جون 1883

Preface to the English Edition of 1888

1888 کے انگریزی ایڈیشن کا دیباچہ

یہ مینی فیسٹو" کمیونسٹ لیگ" کے پروگرام کے طور پر شائع ہوا تھا۔کمیونسٹ لیگ مزدوروں کی جماعت تھی جو ابتدا میں صرف جرمنوں تک محدود تھی مگر آگے چل کر بین اقوامی ہو گئی۔ یہ انجمن خفیہ تھی کیونکہ اس وقت 1848 کے پہلے کے براعظم یورپ کے سیاسی حالات میں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔نومبر 1847 میں تیار ہوا اور 24 فروری 1848 کے فرانسیسی انقلاب سے چند ہفتے پہلے لندن کے ایک چھاپہ خانے میں بھیج دیا گیا۔جون 1848 کی بغاوت سے کچھ پہلے پیرس میں اس کا فرانسیسی ترجمہ شائع ہوا۔پہلا انگریزی ترجمہ مس ہیلن میکفرلین کا کیا ہوا تھا۔جو لندن میں 1850ء میں جارج جولین ہارنی کے Red Republican میں شائع ہوا۔ڈینش اور پولش زبانوں میں بھی اس کے ترجمے شائع ہوئے۔

جون 1848ء میں پیرس کی بغاوت میں جو کہ پرولتاریہ اور بورژوازی کے درمیان پہلی بڑی لڑائی تھی باغیوں کو شکست ہوئی اور کچھ عرصے کے لئے یورپ کے مزدور طبقے کے

سماجی اور سیاسی مطالبات دبادیئے گئے۔ اور غلبہ حاصل کرنے کی کش مکش جس طرح فروری انقلاب سے پہلے ہوا کرتی تھی، اسی طرح اب پھر صرف دولتمند طبقے کے مختلف گروہوں میں ہونے لگی۔ اس کے بعد سے مزدور طبقے کی جدوجہد کا مقصد صرف یہ رہ گیا کہ سیاست کے میدان میں اسے پاؤں رکھنے کی جگہ مل سکے اور اس کا درجہ اتنا گر گیا کہ اس نے درمیانی طبقے کے ریڈیکل عناصر کے ایک انتہا پسند گروہ کر حیثیت اختیار کر لی۔ جہاں کہیں پرولتاریہ کی آزاد تحریکوں میں زندگی کے آثار نظر آئے۔ انہیں بے دردی سے کچل دیا گیا۔ چنانچہ کمیونسٹ لیگ کی مرکزی کمیٹی کا جوان دنوں کولون (جرمنی) میں تھی۔ پروشیا کی پولیس نے پتہ لگالیا۔ اس کے ممبروں کو گرفتار کر لیا گیا اور اٹھارہ مہینوں کی حراست کے بعد اکتوبر 1852ء میں ان پر مقدمہ چلا۔ یہ مشہور و معروف کولون کا کمیونسٹ مقدمہ 4 اکتوبر سے 12 نومبر تک چلتا رہا۔ سات ملزموں کو قلعے میں قید کئے جانے کا حکم ملا۔ سزا کی میعاد تین برس سے لیکر چھ برس تک تھی۔ فیصلہ سننے کے بعد فوراً ہی باقی ممبروں نے لیگ کے خاتمے کا باقاعدہ اعلان کر دیا۔ اور جہاں تک مینی فیسٹو کا تعلق تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی قسمت میں اب ہمیشہ گمنامی لکھی ہے۔ یورپ کے مزدور طبقے میں جب پھر اتنی طاقت آگئی کہ حکمران طبقوں پر نئے سرے سے حملہ کر سکے تو انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن (مزدوروں کی بین الاقوامی جماعت) قائم ہوئی۔ یہ جماعت خاص اس غرض سے قائم کی گئی تھی کہ یورپ اور امریکہ کے سارے مجاہد پرولتاریہ کو ایک جماعت میں منظم کیا جا سکے۔ یہ جماعت یکا یک ان اصولوں کا اعلان نہیں کر سکتی تھی جو مینی فیسٹو میں دئے گئے ہیں۔ انٹرنیشنل کے پروگرام کو اتنا وسیع ہونا تھا کہ انگریز ٹریڈ یونین بھی اسے قبول کر سکیں اور فرانس بلجیم اٹلی اور اسپین میں پرودھوں کے پیرو اور جرمنی میں لاسال کے ماننے والے بھی۔ (لاسال نے ذاتی طور پر ہمارے سامنے ہمیشہ یہی کہا کہ وہ مارکس کا پیرو ہے اور اس اعتبار سے وہ مینی فیسٹو پر قائم تھا۔ لیکن اپنی عام تقریروں میں (1862-64) اس نے اس سے زیادہ کوئی مطالبہ نہیں کیا کہ سرکاری قرضوں سے کوآپریٹو ورکشاپ قائم کئے جائیں۔ (اینگلز کا حاشیہ) مارکس نے ایسا پروگرام مرتب کیا کہ اس پر وہ سب پارٹیاں مطمئن ہو سکیں۔ مارکس کو پورا بھروسہ تھا کہ ایک ساتھ مل کر کام کرنے اور آپس کے تبادلہ خیال سے لازمی طور پر مزدور طبقے کا ذہنی ارتقا ہوگا۔ سرمایہ کے خلاف جدوجہد کے واقعات، اس کے اتار چڑھاؤ، اس کی کامیابیوں اور اس سے بھی بڑھ کر اس کی شکستوں کا یہ لازمی نتیجہ ہونا تھا کہ مزدور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ ان کے پسندیدہ ہر مرض کے نسخے ناکافی ہیں اور تب یہ گنجائش ہوگی کہ ان صحیح حالات کی زیادہ مکمل سمجھداری پیدا ہو جو مزدور طبقے کی نجات کے لئے ضروری ہیں۔ مارکس کا خیال صحیح نکلا۔ 1874ء کے مزدور، جب انٹرنیشنل کا خاتمہ ہوا، 1864ء کے مزدوروں سے بہت مختلف تھے جب انٹرنیشنل کی بنیاد پڑی تھی۔ فرانس میں پرودھون کے اصول اور جرمنی میں لاسالیت دم توڑ رہے تھے، حتیٰ کہ قدامت پرست انگریز ٹریڈ یونینیں بھی جن کی اکثریت انٹرنیشنل سے بہت پہلے الگ ہو چکی تھی، رفتہ رفتہ اس نقطہ نظر پر پہنچنے لگی تھیں جہاں گذشتہ سال سوانسی میں ان کی کانگرس کے صدر نے ان کی جانب سے یہاں تک کہہ دیا کہ "براعظم یورپ کی سوشلزم اب ہمارے لئے کوئی ڈراؤنی چیز نہیں رہی"۔ غرضیکہ تمام ملکوں کے مزدوروں میں مینی فیسٹو کے اصولوں کی مقبولیت پہلے سے بہت بڑھ گئی۔ چنانچہ خود مینی فیسٹو پھر منظر عام پر آ گیا۔ 1850ء کے بعد اصل جرمن مسودہ سوئزرلینڈ، انگلینڈ اور امریکہ میں کئی بار شائع ہوا۔ 1872ء میں نیویارک میں اس کا ایک انگریزی ترجمہ کیا گیا اور Woodhull and Claflin's Weekly, میں شائع ہوا۔ اس انگریزی ترجمے سے نیویارک کے Le Socialiste میں ایک فرانسیسی ترجمہ شائع ہوا۔ اس کے بعد سے امریکہ میں کم از کم دو اور انگریزی ترجمے چھپ چکے ہیں اور ان میں سے ایک انگلینڈ میں بھی شائع ہوا ہے۔ لیکن یہ دونوں ترجمے کسی نہ کسی حد تک ناقص ہیں۔ روسی زبان میں پہلا ترجمہ باکونن نے کیا تھا جو 1863ء کے لگ بھگ ہرتسن کے کولوکول کے چھاپہ خانے سے جنیوا میں شائع ہوا۔ ایک دوسرا روسی ترجمہ بہادر ویرا زاسولیچ نے کیا۔ (اصل میں یہ ترجمہ پلیخانوف نے کیا تھا۔ بعد میں خود اینگلز نے اپنے مقالے روس میں سماجی رشتے کے حاشیے میں اس ترجمے کو پلیخانوف کا بتایا ہے۔ (ایڈیٹر) جو جنیوا سے ہی 1883ء میں شائع ہوا۔ ڈینش زبان میں ایک نیا ایڈیشن 1885ء میں کوپن ہیگن کے Social - demokratisk Bibliothek, میں شائع ہوا۔ پیرس کے Le, Socialiste, میں ایک نیا فرانسیسی ترجمہ 1885ء میں شائع ہوا ۔ اسی فرانسیسی ترجمے سے ایک اسپینی ترجمہ کیا گیا جو میڈرڈ سے 1886ء میں شائع ہوا۔ جرمن زبان میں تو کوئی شمار ہی نہیں کہ اس کے کتنے ایڈیشن شائع ہوئے۔ اس زبان میں یہ کم از کم بارہ مرتبہ چھپ چکا ہے۔ چند مہینے پہلے قسطنطنیہ میں ارمنی زبان میں ایک ترجمہ شائع ہونے والا تھا لیکن نہیں ہو سکا۔ کہا جاتا ہے کہ ناشر مارکس کے نام سے چھاپتے ہوئے ڈرتا تھا اور مترجم مینی فیسٹو کو اپنی تصنیف بتانے پر آمادہ نہیں تھا۔ میں نے سنا ہے کہ اور متعدد زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی ترجمہ میری نظر سے نہیں گذرا۔ اس طرح مینی فیسٹو کی تاریخ بڑی حد تک جدید مزدور تحریک کی عکاسی کرتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کل تمام سوشلسٹ ادب میں یہی سب سے زیادہ مقبول عام اور بین اقوامی تصنیف ہے۔ یہی ایک ایسا عام پروگرام ہے جسے سائبیریا سے کیلی فورنیا تک کروڑوں محنت کش مانتے ہیں، پھر بھی جس وقت یہ مینی فیسٹو لکھا گیا تھا، ہم اسے سوشلسٹ مینی فیسٹو نہیں کہہ سکتے تھے۔ 1847ء میں سوشلسٹ سے مراد ایک طرف تو وہ لوگ تھے جو مختلف قسم کے یوٹوپیائی نظاموں سے عقیدت رکھتے تھے، جیسے انگلینڈ میں اووین اور فرانس میں فوریئے کے ماننے والے۔ ان دونوں کی محض چھوٹی چھوٹی ٹولیاں رہ گئی تھیں جو رفتہ رفتہ مٹتی جا رہی تھیں۔ دوسری طرف بھانت بھانت کے سماجی نیم حکیم تھے جن کا دعویٰ تھا کہ طرح طرح کے جوڑ پیوند لگا کر وہ سرمایہ اور نفع کو ذرا بھی نقصان پہنچائے بغیر ہر قسم کی سماجی خرابیاں دور کر سکتے ہیں۔ یہ دونوں ہی قسم کے لوگ مزدور تحریک سے باہر تھے اور مدد کے لئے پڑھے لکھے طبقوں کا منہ تاکا کرتے تھے۔ مزدور طبقے کے اندر جو لوگ محض تبدیلی کو ضروری مانتے تھے وہ اس زمانے میں اپنے آپ کو کمیونسٹ کہتے تھے۔ یہ ایک بھدی سی ان گھڑ خالص جبلی کمیونزم تھی۔ لیکن اس کے باوجود اس نے مسئلے کا چھور پالیا تھا اور مزدور طبقے میں اتنی مضبوط ہو چکی تھی کہ اس سے فرانس میں کابے اور جرمنی میں وائیٹلنگ کی یوٹوپیائی کمیونزم پیدا ہوئی۔ غرضیکہ 1847ء میں سوشلزم بورژوا تحریک تھی اور کمیونزم مزدور طبقے کی۔ سوشلزم کم از کم براعظم یورپ میں نیک نام تھی کمیونزم کا حال اس کے برعکس تھا۔ اور ہمارا خیال شروع ہی سے یہ تھا کہ مزدور طبقے کی نجات مزدور طبقے کا اپنا کام ہے چنانچہ ہمیں یہ طے کرنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوا کہ ہم سوشلزم اور کمیونزم میں کون سا نام اختیار کریں۔ اس سے بڑھ کر ہمیں بعد کو بھی اس نام کو ترک کرنے کا خیال نہیں آیا۔ مینی فیسٹو میں نے اور مارکس نے مل کر لکھا تھا پھر بھی آج میں یہ بتا دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ وہ مرکزی تصور جس پر اس مینی فیسٹو کی بنیاد ہے مارکس کا ہے۔ وہ تصور یہ ہے کہ ہر تاریخی عہد میں اقتصادی پیداوار اور تبادلے کا جو طریقہ رائج ہوتا ہے اور اس سے لازمی طور پر جو سماجی ڈھانچہ بنتا ہے، وہی بنیاد ہے جس پر اس عہد کی سیاسی اور ذہنی تاریخ مرتب ہوتی ہے اور اسی سے اس کی تعبیر بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ قدیم قبائلی سماج کے ٹوٹنے کے بعد جس میں زمین کی برداری والی ملکیت کا رواج تھا۔ بنی نوع انسان کی ساری تاریخ طبقاتی جدوجہد کی تاریخ یعنی استحصال کرنے والوں اور استحصال کے شکار لوگوں حکمران اور مظلوم طبقوں کے باہمی مقابلے کی تاریخ ہے۔ اس طبقاتی جدوجہد کی تاریخ ارتقا کے کئی مدارج سے ہو کر گذری ہے۔ اور آج وہ منزل آ پہنچی ہے جبکہ استحصال کیا جانے والا مظلوم طبقہ یعنی پرولتاریہ، استحصال کرنے والے ظالم طبقہ یعنی بورژوا کے پنجے سے اس وقت تک نجات نہیں پا سکتا جب تک کہ اپنے ساتھ پورے سماج کو ہمیشہ کے

لئے ہر قسم کے استحصال ظلم طبقاتی امتیاز اور طبقاتی جدوجہد سے چھٹکارا نہ دلائے۔ میری رائے میں تاریخ کے لئے یہ خیال وہی کچھ کرے گا جو حیاتیات کے لئے ڈارون کے نظریے نے کیا۔ مارکس اور میں دونوں 1845 سے کئی برس پہلے ہی رفتہ رفتہ اس نتیجے پر پہنچنے لگے تھے۔ بذات خود میں کہاں تک اس نتیجے پر پہنچا تھا۔ اس کا اندازہ میری کتاب "انگلینڈ میں مزدور طبقے کی حالت"

The Condition of the Working Class in England in 1844,by Frederick Engels. Translated by Florence K. Wischnewetzky, New York, Lovell-London,W.Reeves.1888 (اینگلز کا حاشیہ) سے بخوبی ہوسکتا ہے۔ لیکن 1845ء کے موسم بہار میں جب میں دوبارہ مارکس سے برسلز میں ملا تو وہ یہ نتیجہ مرتب کر چکا تھا اور میں نے ابھی جن الفاظ میں اس کا ذکر کیا ہے تقریباً ان ہی واضع الفاظ میں اس نے اسے میرے سامنے پیش کیا تھا۔

1872ء کے جرمن ایڈیشن کے لئے ہم دونوں نے مل کر جو دیباچہ لکھا تھا اس سے ایک ٹکڑا میں یہاں نقل کرتا ہوں۔

"گذشتہ پچیس برسوں میں حالات میں کتنی ہی تبدیلیاں ہوئی ہوں مگر جو عام اصول اس مینی فیسٹو میں قائم کئے گئے تھے۔ وہ بحیثیت مجموعی آج بھی اسی قدر صحیح ہیں جتنا پہلے تھے۔ بعض تفصیلات میں کہیں کہیں اصلاح کی گنجائش ہوسکتی ہے۔ ان اصولوں کو عملی جامہ پہنانا جیسا کہ خود مینی فیسٹو میں کہا گیا ہے، ہر جگہ اور ہمیشہ اس وقت کے تاریخی حالات پر منحصر ہے اور اسی وجہ سے دوسرے باب کے آخر میں جو انقلابی تدبیریں پیش کی گئی ہیں ان پر کوئی خاص زور نہیں دیا گیا ہے۔ وہ حصہ اگر آج لکھا جائے تو کئی لحاظ سے بہت مختلف ہوگا۔ چونکہ 1848ء کے بعد جدید صنعت نے بڑے زبردست قدم اٹھائے ہیں اور اسی کے ساتھ مزدور طبقے کی پارٹی تنظیم نے بھی ترقی کی ہے اور پھیلی ہے۔ چونکہ فروری انقلاب میں اور پھر اس سے بھی زیادہ پیرس کمیون میں عملی تجربات حاصل ہوئے ہیں جبکہ پہلی دفعہ سیاسی اقتدار پورے دو مہینوں تک پرولتاریہ کے ہاتھوں میں رہا اس لئے یہ پروگرام اب بعض تفصیلات میں پرانا ہوگیا ہے۔ کیمون نے خصوصیت کے ساتھ یہ بات ثابت کی کہ مزدور طبقے کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ بنی بنائی ریاستی مشینری کو اپنے ہاتھوں میں محض لے لے اور اسے اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرے۔"

دیکھئے:

The Civil War in France; Address of the General Council of the International Working - men's Association. London, True love, 1871, p. 15

"اس میں اس خیال پر پوری روشنی ڈالی گئی ہے۔) پھر یہ بجائے خود ظاہر ہے کہ موجودہ زمانے کے اعتبار سے سوشلسٹ ادب کی تنقید ناکافی ہے کیونکہ وہ 1847 تک ہی رک جاتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی ظاہر ہے کہ چوتھی باب میں مختلف مخالف پارٹیوں سے کمیونسٹوں کے تعلق کے بارے میں جو بات کہی گئی ہے وہ اصولاً اگرچہ اب بھی صحیح ہے تاہم عملاً جزو ع طور پر پرانی ہوچکی ہے کیونکہ سیاسی حالت بالکل بدل گئی ہے اور مینی فیسٹو میں جن سیاسی پارٹیوں کا نام لیا گیا ہے ان میں سے اکثر تاریخ کے ارتقا نے صفحہ زمین سے مٹا دیا ہے۔ لیکن یہ مینی فیسٹو تو ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس میں ردوبدل کرنے کا اب ہمیں کوئی حق نہیں۔ زیر نظر انگریزی ترجمہ مسٹر سموئیل مور نے کیا ہے۔ وہ مارکس کی کتاب سرمایہ کے ایک بڑے حصے کے بھی مترجم ہیں۔ نظر ثانی ہم دونوں نے مل کر کی ہے۔ میں نے کہیں کہیں حاشیے پر تاریخی واقعات کی تشریح کردی ہے۔"

فریڈرک اینگلز۔ لندن 30 جنوری 1888

Preface to the German Edition of 1890

1890ء کے جرمن ایڈیشن کا دیباچہ

مندرجہ بالا دیباچہ جب لکھا گیا تھا۔ (اینگلز کا اشارہ 1883 کے جرمن ایڈیشن میں اپنے دیباچے کی طرف ہے۔ (ایڈیٹر) اس کے بعد مینی فیسٹو کا ایک نیا جرمن ایڈیشن پھر ضروری ہوگیا ہے اور خود مینی فیسٹو پر بھی بہت کچھ بیتی ہے جس کو یہاں لکھنا چاہیے۔

ایک دوسرا روسی ترجمہ ویرا زاسولیچ کے قلم سے 1882ء میں جنیوا سے شائع ہوا۔ اس ایڈیشن کا دیباچہ مارکس اور میں نے لکھا تھا۔ بدقسمتی سے جرمن زبان میں اس کا اصل مسودہ گم ہوگیا ہے۔ (مینی فیسٹو کے روسی ایڈیشن پر مارکس اور اینگلز کے دیباچے کا گم شدہ اصل جرمن مسودہ مل گیا ہے اور سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے مارکس ازم۔ لینن ازم کے انسٹی ٹیوٹ کے محافظ خانے میں رکھا ہوا ہے۔ (ایڈیٹر) اس لئے مجھے روسی سے دوبارہ ترجمہ کرنا پڑے گا۔ حالانکہ اس سے عبارت میں کوئی خوبی نہیں پیدا ہوگی۔ وہ دیباچہ یوں ہے ۔کمیونسٹ پارٹی کے مینی فیسٹو کا پہلا روسی ایڈیشن جو باکونن کا ترجمہ کیا ہوا تھا۔ کولوکول کے چھاپے خانے سے 1860 کے بعد پہلے برسوں میں شائع ہوا۔ ان دنوں مغربی یورپ کے لوگ مینی فیسٹو کے روسی ایڈیشن کو محض ایک ادبی عجوبہ کی حیثیت سے دیکھتے تھے۔ آج ایسی بات سوچی نہیں جاسکتی۔ اس زمانے میں (دسمبر 1847 تک) پرولتاری تحریک کا دائرہ کتنا محدود تھا یہ مینی فیسٹو کے آخری باب سے ظاہر ہے جس کا عنوان ہے: حکومت کی دوسری مخالف پارٹیوں سے کمیونسٹوں کا تعلق۔ اس میں روس اور ریاستہائے متحدہ امریکہ ان دونوں ملکوں ہی کا کوئی ذکر نہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب روس تمام یورپی رجعت پرستی کا آخری بڑا قلعہ تھا اور ریاستہائے متحدہ امریکہ تارکین وطن کے ذریعہ یورپ کی فاضل پرولتاری آبادی کو اپنے اندر جذب کر رہا تھا۔ دونوں ملک یورپ کو کچا مال مہیا کرتے تھے اور اسی کے ساتھ ان کی منڈیوں میں یورپ کا صنعتی مال بکتا تھا۔ لہٰذا اس زمانے میں دونوں ملک کسی نہ کسی طور سے مروجہ یورپی نظام کا سہارا بنے ہوئے تھے۔

آج حالت کتنی بدل چکی ہے۔ یورپ سے آبادی کے منتقل ہوکر آنے سے ہی شمالی امریکہ عظیم الشان زرعی پیداوار کے قابل بنا جس کا مقابلہ اب یورپ کی بڑی اور چھوٹی ملکیت

آراضی کی ساری بنیادوں کو ہی ہلا رہا ہے۔اس کے علاوہ اس نے ریاستہائے متحدہ امریکہ کو موقع دیا کہ اپنے زبردست صنعتی وسیلوں کا استحصال اتنی سرگرمی کے ساتھ اور ایسے پیمانے پر کرے جس سے مغربی یورپ اور خاص کر انگلینڈ کا اب تک کا صنعتی اجارہ تھوڑے ہی دنوں میں ٹوٹ جائے۔ان دونوں باتوں کا خود امریکہ پر انقلابی اثر ہو رہا ہے۔کاشتکاروں کی چھوٹی اور درمیانی ملکیت آراضی جو کہ اس کے تمام سیاسی نظام کی بنیاد ہے عظیم الشان فارموں کے مقابلے سے رفتہ رفتہ زیر ہوتی جا رہی ہے۔اسی کے ساتھ صنعتی علاقوں میں پہلی بار پرولتاریہ کی کثیر تعداد اور سرمایوں کا بے انتہا ارتکاز ہوتا جا رہا ہے۔

اور اب روس۔49-1848 کے انقلاب کے دوران صرف یورپی شاہوں کو ہی نہیں بلکہ یورپی بورژوازی کو بھی پرولتاریہ سے جو کہ ابھی ابھی بیدار ہونے لگا تھا۔نجات کی ایک ہی صورت دکھائی دی اور وہ تھی روس کی مداخلت! پھر پہلی دفعہ یہ اپنی طاقت سے آگاہ ہو گیا۔زار کو یورپی رجعت پرستی کا قائد تسلیم کیا گیا۔لیکن آج وہ گاٹچینا میں انقلاب کا قیدی ہے، اور روس یورپ میں انقلابی تحریک کا ہراول دستہ ہے۔

کمیونسٹ مینی فیسٹو کا مقصد یہ اعلان کرنا تھا کہ جدید بورژوا ملکیت کا شیرازہ عنقریب منتشر ہو کر ہی رہے گا۔لیکن روس میں ہم دیکھتے ہیں کہ تیزی سے بڑھتے ہوئے سرمایہ دارانہ فریب اور بورژوا ملکیت آراضی کے مقابلے میں جس کا ابھی آغاز ہی ہوا ہے آدھے سے زیادہ زمین کسانوں کی مشترکہ ملکیت ہے۔اب سوال یہ ہے کیا: کیا روسی "ابشچینا" جو زمین کی ابتدائی مشترکہ ملکیت کی ایک صورت ہے اور جس کی جڑیں بہت کچھ کھوکھلی ہو چکی ہیں، بدل کر براہ راست کمیونسٹ مشترکہ ملکیت کی اعلیٰ صورت اختیار کرے گی؟ اس کے برعکس کیا اس کو بھی انتشار کے عمل سے گذرنا ہوگا؟ کیا اس طرح مغرب کے تاریخی ارتقا میں ہوتا؟

آج اس سوال کا ایک ہی جواب دیا جا سکتا ہے۔اگر انقلاب فرانس، مغرب میں ایک پرولتاری انقلاب کے لئے مشعل کا کام دے رہا ہے اور اس طرح دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کریں تو ہو سکتا ہے کہ روس میں زمین کی موجودہ برادری والی ملکیت وہ نقطہ بن جائے جہاں سے کمیونسٹ نشوونما کا راستہ شروع ہو۔

کارل مارکس۔فریڈرک اینگلز۔لندن 21 جنوری 1882ء

انہیں تاریخوں میں جنیوا میں ایک نیا پولش ترجمہ ,Manifest Kommunistycny شائع ہوا۔پھر ,Social - Demokratisk Bibliothek میں ایک نیا ڈینش ترجمہ شائع ہوا۔بدقسمتی سے یہ بالکل مکمل نہیں ہے۔اس پر طرہ یہ کہ جگہ جگہ لاپروائی برتی گئی ہے جو اور بھی ناخوشگوار حد تک نمایاں ہو گئی ہے کیونکہ ترجمے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مترجم نے کچھ اور محنت کی ہوتی تو اس کا کام بہت اچھا ہوتا۔1885ء میں پیرس کے ,Le, Socialiste میں ایک نیا فرانسیسی ترجمہ شائع ہوا۔اب تک شائع ہونے والے ترجموں میں یہ سب سے اچھا ہے۔اسی فرانسیسی ترجمے سے ایک اسپینی ترجمہ اسی سال پہلے میڈرڈ کے ,Ei, Socialista میں اور پھر علیحدہ کتابی صورت میں شائع:

Manifesto del Partido Comunista, por Carlos، Marx y F. Engels. Madrid. Administracion de Ei Socialista, Herman Cortes 8.

اس سلسلے میں ایک حیرت انگیز واقعے کا بھی ذکر کر دوں 1887ء میں مینی فیسٹو کے ایک ارمنی ترجمے کا مسودہ قسطنطنیہ کے ایک پبلشر کو دیا گیا۔لیکن اس بھلے آدمی کو یہ ہمت نہیں ہوئی کہ مارکس کے نام سے کوئی چیز چھاپے۔اس نے یہ تجویز کی کہ مترجم خود اپنا نام کتاب کے مصنف کی جگہ لکھ دے لیکن مترجم نے یہ منظور نہیں کیا۔انگلینڈ میں کئی امریکی ترجمے بار بار چھپے۔لیکن یہ سب کسی نہ کسی حد تک ناقص تھے۔آخر 1888 میں ایک مستند ترجمہ شائع ہوا۔یہ میرے دوست سیموئل مور نے کیا تھا۔اور پریس میں بھیجنے سے پہلے ہم دونوں نے مل کر اس پر نظر ثانی کی۔اس کا نام ہے۔

Manifesto of the Communist Party, by Kari Marx and Frederick Engels. Authorized English Translation, edited and annotated by Frederick Engels. 1888. London, William Reeves, 185 Fleet st. E.C,

میں نے اس ایڈیشن کے کچھ حاشیے موجودہ ایڈیشن میں شامل کر دیے ہیں۔

مینی فیسٹو کی اپنی تاریخ ہے۔شائع ہونے پر سائنٹفک سوشلزم کے آگو کاروں نے جن کی تعداد اس وقت زیادہ نہیں تھی، اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا (جیسا کہ پہلے دیباچے میں جن ترجموں کا ذکر ہے ان سے ظاہر ہوتا ہے۔) لیکن تھوڑے ہی دنوں میں جون 1848ء میں پیرس کے مزدوروں کی شکست کے ساتھ رجعت کا دور شروع ہوا تو مینی فیسٹو گمنامی میں پڑ گیا۔اور آخر کار جب نومبر 1852ء میں کولون کے کمیونسٹوں کو سزا ہوئی تو مینی فیسٹو کو قانون کے مطابق راندۂ قانون قرار دیا گیا۔فروری انقلاب کے ساتھ جس مزدور تحریک کی ابتدا ہوئی تھی اس کے رخصت ہوتے ہی مینی فیسٹو بھی گمنامی میں پڑ گیا۔یورپ کے مزدور طبقے میں جب پھر اتنی طاقت آ گئی کہ حکمران طبقوں پر نئے سرے سے حملہ کر سکے تو انٹرنیشنل ورکنگ مینز ایسوسی ایشن قائم ہوئی۔اس کا مقصد یورپ اور امریکہ کے مزدور طبقے کی تمام مستعد اور مجاہد طاقتوں کو ملا کر ایک زبردست فوج تیار کرنا تھا۔اس لئے اس کی ابتدا ان اصولوں سے نہیں ہو سکتی تھی جو مینی فیسٹو میں دئے گئے تھے۔لازم تھا کہ اس کا پروگرام ایسا ہو کہ انگلینڈ کی ٹریڈ یونینوں فرانس بلجیم اٹلی اور اسپین کے پرودھوں کے نام لیوا اور جرمنی کے لاسال والوں پر اس کے دروازے بند نہ ہو جائیں۔(لاسال نے ذاتی طور پر ہمارے سامنے ہمیشہ یہی دعوی کیا کہ وہ مارکس کا پیرو ہے اور اس لحاظ سے وہ بے شک مینی فیسٹو کو مانتا تھا۔لیکن اس کے پیرووں میں ان لوگوں کی حیثیت بالکل مختلف تھی جو لاسال کے اس مطالبے سے آگے بڑھنے کو تیار نہ تھے کہ سرکاری قرض کی مدد سے کوآپریٹو ورکشاپ قائم کئے جائیں۔ان لوگوں نے سارے مزدور طبقے کو سرکاری امداد کے حامیوں اور اپنی مدد کے حامیوں میں بانٹ رکھا تھا۔(حاشیہ از اینگلز) یہ پروگرام جو کہ انٹرنیشنل کے قواعد وضوابط کی تمہید کی صورت میں تھا خود مارکس نے مرتب کیا تھا اور ایسی استادی کے ساتھ کہ باکونن اور انارکسٹوں کو بھی اس کا اعتراف کرنا پڑا۔مینی فیسٹو میں جو اصول پیش کئے گئے تھے ان کی قطعی کامیابی کے لئے مارکس کو مزدور طبقے کی ذہنی نشوونما پر پورا بھروسہ تھا جو متحدہ عمل اور تبادلہ خیال کا لازمی نتیجہ ہو سکتی تھی۔سرمائے کے خلاف جدوجہد کے واقعات اس کے اتار چڑھاؤ اور کامیابیوں سے زیادہ اس کی شکستیں لڑنے والوں کو یہ بتائے بغیر نہ رہ سکیں کہ ان کے ہر مرض کے نسخے جن کو وہ اس وقت تک استعمال کرتے تھے بیکار ہیں اور اس طرح ان کے ذہن اس بات پر آمادہ ہوئے کہ مزدور طبقے کی نجات کے لئے جو صحیح شرطیں

ہیں۔ان کی پوری سمجھداری حاصل کریں۔ مارکس کا خیال صحیح نکلا۔ 1874ء کا مزدور طبقہ جب انٹرنیشنل کا خاتمہ ہوا۔ 1864ء کے مزدور طبقے سے بہت مختلف تھا جب انٹرنیشنل کی بنیاد پڑی تھی۔ لاطینی ملکوں میں پرودھوں کا مسلک اور جرمنی کی مخصوص لاسالیت دم توڑ رہی تھی اور انگلینڈ کی انتہائی قدامت پرست ٹریڈ یونینیں بھی رفتہ رفتہ اس نقطہ نظر پر پہنچنے لگی تھیں جہاں 1887ء میں سوانسی میں ان کی کانگرس کے صدر نے ان کی جانب سے یہاں تک کہہ دیا کہ براعظم یورپ کی سوشلزم اب ہمارے لئے کوئی ڈراؤنی چیز نہیں رہی۔ حالانکہ 1887ء میں براعظم کی سوشلزم سے مراد تقریباً محض وہ نظریہ تھا جسے مینی فیسٹو میں پیش کیا گیا تھا۔غرضیکہ ایک حد تک مینی فیسٹو کی تاریخ 1848ء کے بعد سے جدید مزدور تحریک کی تاریخ ہے۔اس وقت بلاشبہ سوشلسٹ ادب میں مینی فیسٹو کی اشاعت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔یہی اس ادب کا سب سے زیادہ بین الاقوامی کارنامہ ہے اور سائبیریا سے کیلی فورنیا تک تمام ملکوں کے کروڑوں مزدوروں کا مشترکہ پروگرام ہے۔ پھر بھی جب یہ شائع ہوا ہم اسے سوشلسٹ مینی فیسٹو نہیں کہہ سکتے تھے۔ 1847ء میں دو طرح کے آدمیوں کو سوشلسٹ کہا جاتا تھا۔ایک طرف مختلف یوٹوپیائی نظاموں کے ماننے والے تھے۔جن میں انگلینڈ میں اووین کے مقلد اور فرانس میں فوریئے کے ماننے والے خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان دونوں کی تعداد اس وقت کم ہو کر چھوٹی چھوٹی ٹولیاں رہ گئی تھیں اور رفتہ رفتہ مٹتی جارہی تھیں۔ دوسری طرف بھانت بھانت کے سماجی نیم حکیم تھے جو اپنے مختلف ہر مرض کے نسخوں کے ذریعہ اور طرح طرح کے جوڑ پیوند لگا کر سرمایہ اور نفع کو ذرا بھی نقصان پہنچائے بغیر سماجی خرابیوں کو دور کرنا چاہتے تھے۔ان دونوں قسموں کے لوگ مزدور تحریک سے باہر تھے۔اور مدد کے لئے پڑھے طبقوں کا منہ تاکا کرتے تھے۔ برعکس اسکے مزدور طبقے کا وہ حصہ جو نئے سرے سے سماج کی بنیادی تعمیر کی مانگ کررہا تھا اور جسے یقین تھا کہ محض سیاسی الٹ پلٹ کافی نہیں ہیں۔اس زمانے میں اپنے آپ کو کمیونسٹ کہتا تھا ۔اس وقت تک یہ ایک ان گھڑ محض جبلی اور زیادہ تر بھدی کمیونزم کے دو نظام قائم کئے۔فرانس میں کابے کی "ایکاری" کمیونزم اور جرمنی میں وائٹلنگ کی۔ 1847ء میں سوشلزم ایک بورژوا تحریک تھی اور کمیونزم مزدور طبقے کی تحریک۔ سوشلزم کم از کم براعظم یورپ میں کافی نیک نام تھی۔ کمیونزم کا حال اس کے برعکس تھا اور چونکہ ہم لوگوں کی اس وقت بھی یہ پختہ رائے تھی کہ مزدور طبقے کی نجات مزدور طبقے کا اپنا کام ہے اس لئے ہمیں کوئی شک وشبہ نہیں ہوا کہ ہم کون سا نام اختیار کریں اور اس کے بعد ہمیں کبھی اس نام کو ترک کرنے کا خیال نہیں آیا۔ دنیا کے مزدور ایک ہو !; جب آج سے بیالیس برس قبل پیرس انقلاب ایسے پہلے انقلاب کے موقع پر جبکہ پرولتاریہ اپنی مانگیں لے کر سامنے آیا تھا۔ہم نے یہ آواز بلند کی تو کم لوگوں نے اس کا ساتھ دیا تھا۔لیکن 28 ستمبر 1864ء کو مغربی یورپ کے زیادہ تر ملکوں کے پرولتاری انٹرنیشنل ورکنگ منس ایسوسی ایشن میں متحد ہو گئے جس کی شاندار یاد آج بھی زندہ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ انٹرنیشنل خود صرف نو برس زندہ رہی مگر اس نے تمام ملکوں کے پرولتاریوں کے ابدی اتحاد کو جنم دیا جو آج بھی زندہ ہے اور پہلے سے زیادہ مضبوط ہے۔اور اس کی آج سے بہتر شہادت نہیں مل سکتی کیونکہ آج جب میں یہ سطریں لکھ رہا ہوں یورپ اور امریکہ کا پرولتاریہ اپنی مجاہد قوتوں کا جائزہ لے رہا ہے جو پہلی بار ایک فوج کی طرح ایک جھنڈے کے نیچے ایک فوری مقصد کی خاطر منظم ہوئی ہیں۔یعنی قانونی طور پر کام کا دن آٹھ گھنٹے کا مقرر کیا جائے جس کا اعلان 1866ء میں انٹرنیشنل کی جنیوا کانگرس نے اور پھر 1889 میں مزدوروں کی پیرس کانگرس نے کیا۔ اور آج کا نظارہ تمام ملکوں کے سرمایہ داروں اور زمین داروں کو دکھا دے گا کہ تمام کہ تمام ملکوں کے مزدور واقعی متحد ہو چکے ہیں۔کاش کہ مارکس بھی آج میرے ساتھ اپنی آنکھوں سے یہ دیکھتا !۔فریڈرک اینگلز۔لندن۔یکم مئی 1890

Preface to the Polish Edition of 1892

1892ء کے پولش ایڈیشن کا دیباچہ

کمیونسٹ مینی فیسٹو کا ایک نیا پولش شائع کرنے کی ضرورت پیدا ہو جانے سے متحد نتائج اخذ کرنا ممکن ہو گیا۔سب سے پہلے یہ بات قابل ذکر ہے کہ ادھر کچھ دنوں سے مینی فیسٹو براعظم یورپ میں بڑے پیمانے کی صنعت کی نشو ونما کا ایک قسم کا آئینہ بن گیا ہے۔کسی ملک میں جس حد تک بڑے پیمانے کی صنعت بڑھتی ہے اس اعتبار سے اس ملک کے مزدوروں میں یہ خواہش بڑھتی ہے کہ وہ مزدور طبقے کی حیثیت سے مالک طبقے سے اپنے تعلقات کے بارے میں واقفیت حاصل کریں۔ان میں سوشلسٹ تحریک پھیلتی ہے اور مینی فیسٹو کی مانگ بڑھتی ہے۔ چنانچہ کسی ملک میں مینی فیسٹو جتنی تعداد میں چھپتا ہے اس سے اس ملک میں ہر صرف مزدوروں کی تحریک کی حالت ہی کا نہیں بلکہ بڑے پیمانے کی صنعت کی نشو ونما کا بھی بہت کچھ صحیح اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ مینی فیسٹو کے نئے پولش ایڈیشن سے صنعت کی قطعی ترقی کا پتہ چلتا ہے۔اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دس برس پہلے جب پچھلا ایڈیشن چھپا تھا اس وقت سے آج تک یہ ترقی ہوئی ہے۔روسی پولینڈ، کانگرس پولینڈ روسی سلطنت کا بڑا صنعتی علاقہ بن چکا ہے۔(یہاں پولینڈ کے اس حصے کا ذکر ہے جو ویانا کانگرس 15-1814ء کے فیصلے کے مطابق روس میں شامل کرلیا گیا تھا۔ایڈیٹر) روس کی بڑے پیمانے کی صنعت ادھر ادھر بکھری ہوئی ہے۔ایک حصہ خلیج فن لینڈ کے پاس ہے اور دوسرا مرکز میں یعنی ماسکو اور ولادی میر شہروں میں تیسرا بحیرۂ سود اور آزوف کے کنارے ہے، باقی کہیں اور ہیں۔اس کے برعکس پولینڈ کی صنعت نسبتاً چھوٹے علاقے میں واقع ہے اور ایک جگہ سمٹ جانے سے اس کو فائدہ بھی ہے اور نقصان بھی۔ روسی کارخانہ داروں نے اس فائدہ کا اعتراف کیا جب انہوں نے پولینڈ کی صنعت کے مقابلے سے بچنے کے لئے حفاظتی محصول لگانے کا مطالبہ کیا باوجود اس کے کہ پولینڈ والوں کو روسی بنا لینے کی وہ بڑی زبردست خواہش رکھتے ہیں۔دوسری طرف ظاہر ہے کہ پولش کارخانہ داروں اور روسی حکومت دونوں کو نقصان ہے کیونکہ پولینڈ کے مزدوروں میں سوشلسٹ خیالات تیزی سے پھیل رہے ہیں اور مینی فیسٹو کی مانگ بڑھ رہی ہے۔

لیکن پولش صنعت کی تیز نشو ونما جو روسی صنعت کو پیچھے چھوڑے جارہی ہے، بجائے خود ایک نیا ثبوت ہے اس بات کا کہ پولش عوام میں بڑی جان ہے۔ یہ ان کے آنے والے قومی احیا کی ایک نئی ضمانت ہے اور ایک مضبوط آزاد پولینڈ کا احیا محض پولینڈ کے لوگوں کا نہیں بلکہ ہم سبھوں کا کام ہے۔ یورپ کی قوموں کا پرخلوص بین اقوامی تعاون اس وقت ممکن ہے جب ان میں سے ہر قوم اپنے ملک میں پوری طرح مالک ہو۔1848 کے انقلاب نے پرولتاریہ کے جھنڈے تلے محض یہ موقع دیا کہ پرولتاری مجاہد بورژوا طبقے کا کام پورا کریں۔اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی وصیت کے عاملوں لوئی بونا پارٹ اور بسمارک کے ہاتھوں اٹلی، جرمنی اور ہنگری کی آزادی بھی حاصل کی۔لیکن پولینڈ کو جس نے 1792 سے ان تینوں ملکوں کے

مقابلے میں انقلاب کی زیادہ خدمت کی ہے تنہا چھوڑ دیا گیا۔ جبکہ 1863 میں اسے دس گنی زیادہ طاقتور روسی فوج کے سامنے گھٹنے ٹیک دینے بڑے۔ امرا پولینڈ کی آزادی کو نہ تو قائم رکھ سکے اور نہ دوبارہ حاصل کر سکے۔ آج بورژوا طبقے کی نظروں میں یہ آزادی اگر اور کچھ تو بے معنی ضرور ہے۔ تاہم یورپی قوموں کے ہم آہنگ اتحاد اور تعاون کے لئے یہ ضروری چیز ہے۔ اس کو پولینڈ کا نوعمر پرولتاریہ حاصل کر سکتا ہے اور اسی کے ہاتھوں میں یہ محفوظ رہے گی۔ کیونکہ باقی سارے یورپ کے مزدوروں کو پولینڈ کی آزادی کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی خود پولینڈ کے مزدوروں کو۔

فریڈرک اینگلز۔ لندن۔ 10 فروری 1892۔

Preface to the Italian Edition of 1893

1893 کے اطالوی ایڈیشن کا دیباچہ

اطالوی قاری کے نام

" کمیونسٹ پارٹی کے مینی فیسٹو کی اشاعت, 18 مارچ 1848 کو ہوئی جو کہ میلان اور برلن کے انقلابوں کا دن تھا۔ یہ دو قوموں کی ہتھیار بند بغاوتیں تھیں جن میں سے ایک براعظم یورپ کے مرکز میں اور دوسری بحر روم کے ملکوں کے مرکز میں آباد تھی۔ دو قوموں کی جو اس وقت تک اندرونی جھگڑوں اور پھوٹ سے کمزور ہو چکی تھیں اور اس طرح غیروں کے تسلط میں جا چکی تھیں۔ اٹلی، آسٹریائی شاہنشاہ کے ماتحت تھا اور جرمنی کو زار روس کا جوا پہننا پڑا جس کی گرفت اگر چہ بالواسطہ زیادہ تھی مگر مضبوطی میں کم نہیں تھی۔ 18 مارچ 1848 کے واقعات نے اٹلی اور جرمنی دونوں کو اس ذلت سے چھٹکارا دلایا۔ اگر 1848 سے 1871 تک کے عرصے میں ان دو بڑی قوموں کی نئی سر سے تشکیل ہوئی اور کسی نہ کسی طرح انہیں اپنے پیروں پر کھڑا کیا گیا تو اس کی وجہ بقول کارل مارکس کے یہ تھی کہ جن لوگوں نے 1848ء کے انقلاب کو دبایا وہی اپنے ارادوں کے باوجود اس کی وصیت کے عامل بن گئے۔

وہ انقلاب ہر جگہ مزدور طبقے کا کارنامہ تھا۔ مزدوروں ہی نے اس کے مورچے کھڑے کئے اور اپنی جانیں قربان کیں۔ لیکن صرف پیرس کے مزدور حکومت کا تختہ الٹ کر یہ قطعی معینہ مقصد رکھتے تھے کہ بورژوا نظام کا تختہ بھی الٹ دیں۔ اگر چہ وہ یہ احساس رکھتے تھے کہ ان کے اپنے طبقے اور بورژوا طبقے کا اختلاف اٹل ہے، پھر بھی نہ تو ملک کی اقتصادی نشو و نما اور نہ فرانس کے عام مزدوروں کا ذہنی ارتقا اس منزل پر پہنچا تھا جہاں سماج کی دوبارہ تعمیر ممکن ہوتی۔ لہذا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ انقلاب کا پھل سرمایہ داروں کو مل گیا۔ دوسرے ملکوں یعنی اٹلی، جرمنی اور آسٹریا میں مزدوروں نے شروع ہی سے بورژوازی کو اقتدار کی جگہ پر بٹھا دیا تھا اور اس کے سوا اور کچھ نہیں کیا۔ لیکن کسی ملک میں بھی قومی آزادی کے بغیر بورژوا طبقے کی حکومت ممکن نہیں ہے۔ لہذا 1848 کا انقلاب اپنے جلو میں ان قوموں کا اتحاد اور ان کی خود مختاری لایا جو اس وقت تک ان سے محروم تھیں یعنی اٹلی، جرمنی اور ہنگری۔ پولینڈ کی باری اب آئے گی۔

غرضیکہ 1848ء کا انقلاب اگر چہ سوشلسٹ انقلاب نہیں تھا مگر اس نے اس کا راستہ صاف کیا اس کے لئے زمین تیار کی۔ تمام ملکوں میں بڑے پیمانے کی صنعت کو زور پہنچا کر بورژوا نظام نے گذشتہ پینتالیس برسوں میں ہر جگہ ایک ایسے پرولتاریہ کو جنم دیا ہے جو تعداد میں کثیر ہے، یکجا ہے اور طاقتور ہے۔ غرضیکہ مینی فیسٹو کے الفاظ میں اس نے اپنی قبر کھودنے والوں کو جنم دیا ہے۔ ہر ایک قوم کی خود مختاری اور اتحاد حاصل کئے بغیر نہ تو پرولتاریہ کا بین اقوامی اتحاد قائم کرنا ممکن ہوگا اور نہ مشترکہ مقاصد کے لئے ان قوموں کا پرامن اور ہوش مند تعاون۔ 1848 سے پہلے کے سیاسی حالات میں ذرا اطالوی، ہنگری، جرمن، پولش اور روسی مزدوروں کے کسی متحدہ بین اقوامی عمل کا تصور کیجئے۔

چنانچہ 1848ء کی لڑائیاں رائیگاں نہیں گئیں اور نہ وہ پینتالیس برس جو ہمیں اس انقلابی عہد سے جدا کرتے ہیں، بے مقصد صرف ہوئے۔ پھل پک رہا ہے اور میری تمنا یہی ہے کہ اس اطالوی ترجمے کیا اشاعت اطالوی پرولتاریہ کی فتح کے لئے اسی طرح مبارک ثابت ہو جس طرح اصل مینی فیسٹو کی اشاعت بین اقوامی انقلاب کے لئے ثابت ہوئی تھی۔

سرمایہ داری نے گذشتہ زمانے میں جو انقلابی کام کیا ہے اس کا ذکر مینی فیسٹو میں پورے انصاف کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اٹلی پہلی سرمایہ دار قوم تھی۔ جاگیردار عہد وسطی کا خاتمہ اور جدید سرمادارانہ عہد کی ابتدا ایک عظیم الشان شخصیت کے ساتھ ہوتی ہے۔ وہ اطالوی تھا: دانتے، جو کہ عہد وسطی کا آخری اور ساتھ ہی عہد جدید کا پہلا شاعر ہے۔ 1300 کی طرح آج بھی نیا دور قریب آ رہا ہے۔ کیا اٹلی ہمیں وہ نیا دانتے دے گا جو اس نئے پرولتاری عہد کے جنم کی نیک ساعت کی خبر لائے گا؟

فریڈرک اینگلز۔ لندن۔ یکم فروری 1893

کمیونسٹ پارٹی کا مینی فیسٹو

یورپ کے اوپر ایک بھوت منڈلا رہا ہے۔ کمیونزم کا بھوت۔ اس بھوت کو اتارنے کے لئے پرانے یورپ کی تمام طاقتوں پوپ اور بادشاہ میٹرنک اور گیزو، فرانسیسی ریڈیکل اور جرمن پولیس کے جاسوسوں نے ایک مقدس اتحاد کر لیا ہے۔ وہ کون سی مخالف پارٹی ہے جسے اس کے ذی اقتدار حریفوں نے کمیونسٹ کہہ کر رسوا کیا؟ وہ کون سے مخالف ہیں جنہوں نے اپنے

سے زیادہ ترقی پسند مخالف پارٹیوں پر اور اپنے رجعت پسند حریفوں پر بھی الٹا کمیونزم کا کلنک نہ لگایا ہو؟

اس حقیقت سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

1۔ تمام یورپی طاقتوں نے کمیونزم کو بجائے خود اب ایک طاقت تسلیم کر لیا ہے۔

2۔ وقت آ گیا ہے کہ کمیونسٹ اب ساری دنیا کے سامنے برملا اپنے خیالات مقاصد اور رجحانات کی اشاعت کریں اور کمیونزم کے بھوت کی اس طفلانہ کہانی کے جواب میں خود اپنی پارٹی کا مینی فیسٹو پیش کریں۔ اسی غرض سے مختلف قوموں کے کمیونسٹ لندن میں جمع ہوئے اور مندرجہ ذیل مینی فیسٹو تیار کیا جو انگریزی فرانسیسی جرمن اطالوی فلیمی اور ڈینش زبانوں میں شائع کیا جائے گا۔

1۔ بورژوا اور پرولتاریہ۔

(بورژوا سے جدید سرمایہ داروں کا طبقہ مراد ہے جو سماجی پیداوار کے ذرائع کے مالک ہیں اور مزدوروں سے اجرت پر کام لیتے ہیں۔ پرولتاریہ، موجودہ زمانے کا اجرت پر کام کرنے والے مزدوروں کا طبقہ ہے۔ جس کے پاس اپنا کوئی ذریعہ پیداوار نہیں اور جسے زندہ رہنے کے لئے اپنی طاقت محنت بیچنی پڑتی ہے۔ (1888ء کے انگریزی ایڈیشن میں اینگلز کا حاشیہ۔)

آج تک تمام سماجوں کی تاریخ۔ طبقاتی جدوجہد کی تاریخ ہے۔

(یعنی وہ تمام تاریخ جو قلم بند ہو چکی ہے۔ 1847 میں سماج کے ماقبل تاریخ کا زمانہ یعنی تاریخ کے قلم بند ہونے سے پہلے کی سماجی تنظیم گویا کسی کو معلوم نہ تھی۔ لیکن اس کے بعد ہیکس تھاسن نے روس میں زمین کی مشترکہ ملکیت کا پتہ لگایا۔ پھر ماورر نے ثابت کیا کہ تمام قدیم جرمانوی نسلوں نے جب تاریخ کی دہلیز پر قدم رکھا تو اس وقت ان کی ہیئت اجتماعی کی بنیاد اس مشترکہ ملکیت پر تھی، اور رفتہ رفتہ پتہ چلا کہ ہندوستان سے آئرلینڈ تک ہر جگہ سماج دیہی برادریوں کی شکل میں منظّم تھا یا اس شکل میں رہا ہے۔ اور مارگن نے جب کنبے کی اصلی نوعیت اور قبیلے سے اس کے تعلق کا حال معلوم کر لیا تو اس قدیم کمیونسٹ سماج کی اندرونی تنظیم اس کی مخصوص شکل میں اندھیرے سے اجالے میں آ گئی۔ یہی دریافت مارگن کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ ان قدیم برادریوں کے تتر بتر ہونے پر سماج میں الگ الگ اور آخر کار مخالف طبقوں کا امتیاز پیدا ہو گیا۔ میں نے اپنی کتاب Der Ursprung der Familie, des Privateigentums und des Staats, 2 Aufl.,Stuttgart, 1886.) دیکھئے:۔ فریڈرک اینگلز۔ خاندان ذاتی ملکیت اور ریاست کا آغاز" دوسرا ایڈیشن اشٹوٹ گارٹ 1886)

میں اس انتشار کا نقشہ کھینچنے کی کوشش کی ہے۔ (1888ء کے انگریزی ایڈیشن میں اینگلز کا حاشیہ۔)

آزاد اور غلام، پٹریشین اور پلیبین، جاگیردار اور زرعی غلام، استاد (استاد یعنی گلڈ ماسٹر، اہل حرفہ کی انجمنوں یعنی گلڈ کے پورے رکن ہوتے تھے۔ وہ پوری انجمن کے سردار نہیں بلکہ اس کے اندر کی حیثیت رکھتے تھے۔ (1888 کے انگریزی ایڈیشن میں اینگلز کا حاشیہ۔) اور کاریگر، غرضیکہ ظالم اور مظلوم برابر ایک دوسرے کے خلاف صف آرا رہے، کبھی کھلے بندوں اور کبھی پس پردہ ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑتے رہے۔ اور ہر بار اس لڑائی کا انجام یہ ہوا کہ یا تو نئے سرے سے سماج کی انقلابی تعمیر ہوئی یا لڑنے والے طبقے ایک ساتھ تباہ ہو گئے۔

تاریخ کے ابتدائی زمانوں میں تقریباً ہر جگہ ہم سماج کو مختلف پرتوں میں تہہ بہ تہہ پاتے ہیں۔ مختلف سماجی مراتب کا ایک پورا زینہ ملتا ہے۔ قدیم روم میں ہمیں پٹریشین، نائٹ، پلیبین، اور غلام ملتے ہیں اور عہد وسطی میں جاگیردار، آسامی، استاد، کاریگر، نوسکھئے، شاگرد اور زرعی غلام۔ اور تقریباً ان تمام طبقوں میں مزید ذیلی تقسیمیں ہیں۔

جدید بورژوا سماج نے جو کہ جاگیردار سماج کے کھنڈروں سے ابھرا ہے طبقاتی اختلافات کو دور نہیں کیا۔ اس نے تو محض پرانے کی جگہ نئے ظلم کی نئی صورتیں اور جدوجہد کی نئی شکلیں پیدا کر دیں۔ پھر بھی ہمارا عہد جو بورژوا طبقے کا عہد ہے، ایک امتیازی صفت رکھتا ہے۔ اس نے طبقاتی اختلافات کی پیچیدگی کو کم کر دیا ہے۔ سماج بحیثیت مجموعی دن بدن دو بڑے مخالف مورچوں میں، دو بڑے طبقوں بورژوا اور پرولتاریہ میں بٹتا جا رہا ہے جو ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہیں۔

عہد وسطی کے زرعی غلاموں سے ابتدائی شہروں کے حقوق یافتہ شہری پیدا ہوئے تھے۔ ان ہی شہروں سے بورژوا طبقے کے ابتدائی عناصر کی نشوونما ہوئی۔

امریکہ کی دریافت اور افریقہ کے گرد جہاز رانی شروع ہونے کی وجہ سے ابھرتے ہوئے بورژوا طبقے کے لئے راہیں کھل گئیں۔ ایسٹ انڈیا اور چین کی منڈیوں، امریکہ کی نوآبادکاری، نوآبادیوں کے ساتھ تجارت، ذرائع تبادلہ اور عام طور سے اجناس کی کثرت نے تجارت جہاز رانی اور صنعت کو ایسی ترغیب دی جو کہ اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ اور اس کی وجہ سے گرتے ہوئے جاگیردار سماج میں انقلابی عناصر کو تیزی سے بڑھنے کا موقع ملا۔

صنعت کا نظام سابق جاگیردارانہ یا شاپوں کا، اب نئی منڈیوں کی بڑھتی ہوئی مانگوں کے لئے ناکافی ہو گیا۔ کارخانہ دار نظام نے اس کی جگہ لی۔ استاد کو درمیانی کارخانہ دار پرت نے نکال باہر کیا۔ ہر کارخانے کی اندرونی تقسیم محنت کے مقابلے میں اہل حرفہ کی مختلف جماعتوں کی باہمی تقسیم محنت ختم ہو گئی۔ اس اثنا میں منڈیاں برابر پھیلتی رہیں۔ مانگ برابر بڑھتی رہی، حتی کہ کارخانہ داری بھی اب کافی نہ ہو سکی۔ تب بھاپ اور مشین نے صنعتی پیداوار میں انقلاب برپا کر دیا۔ کارخانہ داری کی جگہ دیوہیکل جدید صنعت نے اور درمیانی کارخانہ دار پرت کی جگہ صنعتی کروڑ پتیوں نے بڑی بڑی صنعتی فوجوں کے لیڈر، جدید بورژوا طبقے نے لے لی۔

جدید صنعت نے عالمگیر منڈی قائم کی، جس کے لئے امریکہ کی دریافت سے راہ کھل چکی تھی۔ اس منڈی نے تجارت، جہاز رانی اور خشکی کے وسائل آمدورفت کو زبردست ترقی دی۔ اس ترقی سے صنعت کے بڑھنے میں اور مدد ملی۔ اور جیسے جیسے صنعت تجارت، جہاز رانی اور ریلوں کو توسیع ہوئی، اسی مناسبت سے بورژوا طبقے کی نشوونما ہوئی۔ اس نے اپنا سرمایہ بڑھایا اور ہر اس طبقے کو دھکیل کر پیچھے کر دیا جو عہد وسطی سے چلا آ رہا تھا۔

غرضیکہ ہم دیکھتے ہیں کہ خود جدید بورژوا طبقہ ارتقا کے ایک طویل سلسلے کا، پیداوار اور تبادلے کے طریقوں میں مسلسل کئی تغیرات کا نتیجہ ہے۔

بورژوا طبقے نے اپنی نشوونما کے دوران جو قدم بھی اٹھایا، اس کے ساتھ اسی مناسبت سے اس طبقے کی سیاسی ترقی بھی ہوئی۔ جاگیردار کے عہد حکومت میں وہ ایک مظلوم طبقہ تھا۔

زمانہ وسطی کے کمیون (بلدیہ) (" کمیون "فرانس میں ابتدائی قصباتی شہروں کا نام اسی وقت سے چلا آتا ہے۔جبکہ انہوں نے اپنے جاگیردار آقاؤں سے لڑکر مقامی خود انتظامی اور تیسرے طبقے کی حیثیت سے اپنے سیاسی حقوق بھی نہیں حاصل کئے تھے۔اس کتاب میں عام طور سے بورژوا طبقے کی اقتصادی نشو ونما کا ذکر کرتے ہوئے انگلینڈ کو اور سیاسی نشو ونما کا ذکر کرتے ہوئے فرانس کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔(1888 کے انگریزی ایڈیشن میں اینگلز کا حاشیہ۔) (اٹلی اور فرانس کے شہری باشندوں نے اپنی شہری برادریوں کو یہ نام اسی وقت دے دیا تھا جب انہوں نے اپنے جاگیردار مالکوں سے خود حکومتی کے ابتدائی حقوق خریدے یا زبردستی حاصل کئے۔ (1890ء کے جرمن ایڈیشن میں اینگلز کا حاشیہ۔) میں ایک ہتھیار بند اور خود مختار جماعت، کہیں آزاد شہری جمہوریہ (جیسے اٹلی اور جرمنی میں) اور کہیں بادشاہی حکومت میں محصول گذار " تیسرا طبقہ " (جیسے فرانس میں)۔بعد میں اصل کارخانہ داری کے زمانے میں اس نے امرا کے خلاف نیم جاگیرداری یا خود مختار شاہی حکومت کا پلہ بھاری کیا اور حقیقت میں عام طور پر بڑی بادشاہتوں کا سنگ بنیاد بنا۔اسی بورژوا طبقے نے بالاخر بڑی صنعت اور عالم گیر منڈی قائم ہو جانے پر جدید نمائندہ ریاست میں بلاشرکت غیرے اپنے لئے سیاسی اقتدار حاصل کرلیا۔جدید ریاست کا صیغہ انتظامی تو محض ایک کمیٹی ہے جو پورے بورژوا طبقے کے مشترکہ معاملات کی دیکھ بھال کرتی ہے۔

بورژوا طبقے نے تاریخی اعتبار سے نہایت انقلابی خدمت انجام دی ہے۔

بورژوا طبقے کا جہاں کہیں غلبہ ہوا، اس نے تمام جاگیردار، سرقبیلی اور دیہاتی رومانوی تعلقات کا خاتمہ کر دیا۔اس نے بے دردی سے ان گونا گوں جاگیردار بندھنوں کو توڑ دیا جو انسان کو اس کے پیدائشی آقاؤں کا پابند کئے ہوئے تھے اور خالص تن پروری اور بے درد نقد لین دین کے سوا آدمی میں اور کوئی رشتہ باقی نہیں رہنے دیا۔اس نے مقدس مذہبی ولولے بہادرانہ الوالعزمیوں اور پیٹی بورژوا جذبات پرستی کے تمام کیف کو حرص اور خود غرضی کے سرد پانی میں ڈبو دیا۔اس نے جوہر ذاتی کو آنے پائی میں بدل دیا۔اور بے شمار نا قابل ضبط سند یافتہ آزادیوں کی جگہ ریا اور مکر سے بھری واحد آزادی قائم کی اور وہ ہے تجارت کی آزادی۔مختصر یہ کہ اس نے مذہب اور سیاست کے پردوں سے ڈھکے ہوئے استحصال کی جگہ عریاں، حیا سوز، براہ راستہ وحشیانہ استحصال رائج کر دیا ہے۔

بورژوا طبقے نے ہر اس پیشے کی عظمت چھین لی جس کی اب تک عزت ہوتی آئی تھی اور جس کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔اس نے طبیب، وکیل، مذہبی پیشوا، شاعر، اہل علم سب کو اپنا تنخواہ دار، اجرت پر کام کرنے والا مزدور بنا دیا ہے۔بورژوا طبقے نے خاندانی رشتوں کی دلگداز جذبات پرستی کا نقاب چاک کر دیا ہے اور ان کو محض روپے آنے پائی کا رشتہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ بورژوا طبقے نے یہ راز فاش کر دیا کہ عہد وسطی میں اپنے کس بل کی وحشیانہ نمائش کا، جس کے رجعت پرست اس قدر دل دادہ ہیں، اور سخت کاہلی اور عیش پرستی کا چولی دامن کا ساتھ تھا۔وہ پہلا طبقہ ہے جس نے دکھا دیا کہ انسان کارگذاری کیا کچھ کرسکتی ہے۔اس نے وہ عجائبات پیش کئے جن کے مقابلے میں مصر کے اہرام، روم کی نہریں اور گاتھی نمونے کے شاندار گرجے ہیچ ہیں۔اس نے وہ وہ مہمیں سر کی ہیں جن کے سامنے تمام اگلے زمانوں کی قوموں کی مہمیں اور صلیبی جنگیں مات ہیں۔

بورژوا طبقہ آلات پیداوار میں اور ان کی وجہ سے تعلقات پیداوار میں اور ان کے ساتھ سماج کے سارے تعلقات میں لگاتار انقلابی الٹ پلٹ کئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔اس کے برعکس پیداوار کے پرانے طریقوں کو بلا کسی ردو بدل کے جوں کے توں قائم رکھنا، پہلے زمانے کے تمام صنعتی طبقوں کے بقا کی پہلی شرط تھی۔ پیداوار میں پیہم انقلابی الٹ پلٹ، جملہ سماجی تعلقات میں لگاتار خلل، دائمی عدم استحکام اور ہلچل، بورژوای کے عہد کو پہلے کے تمام زمانوں سے ممتاز کرتی ہیں۔تمام دیرینہ تعلقات جو پتھر کی لکیر بن چکے تھے، اپنے قدیم اور لائق احترام تعصّبات اور عقیدوں کے لاؤ لشکر سمیت نیست و نابود ہو گئے اور نئے قائم ہونے والے تعلقات جڑ پکڑنے بھی نہیں پاتے کہ فرسودہ ہو جاتے ہیں۔کل تک جو ٹھوس تھا، آج ہوا ہو گیا۔ جو پاک تھا وہ نجس ہے۔اور انسان آخر کار مجبور ہوا کہ اپنی زندگی کی حقیقتوں کا اور اپنے ہم جنسوں کے ساتھ اپنے تعلقات کا پورے ہوش و حواس کے ساتھ جائزہ لے۔اپنے مال کے لئے منڈی کو برابر بڑھاتے رہنے کی ضرورت بورژوا طبقے سے سارے جہان کی خاک چھنواتی ہے۔اسے ہر شاخ پر آشیانہ بنانا پڑتا ہے۔ ہر جگہ گھر بسانا پڑتا ہے۔ ہر جگہ تعلقات قائم کرنے ہوتے ہیں۔بورژوا طبقے نے عالم گیر منڈی کے استحصال کے ذریعہ ہر ملک میں پیداوار اور کھپت کو آفاقی رنگ دیا ہے۔رجعت پرست سخت خفا ہیں کہ صنعت جس قومی بنیاد پر کھڑی تھی۔وہ زمین اس کے پاؤں تلے سے نکل گئی۔ پہلے سے چلی آنے والی تمام قومی صنعتیں تباہ کر دی گئیں یا دن بدن تباہ ہوتی جارہی ہیں۔نئی صنعتیں ان کی جگہ لے رہی ہیں جن کو رائج کرنا تمام مہذب قوموں کے لئے زندگی اور موت کا سوال بنتا جارہا ہے۔یہ وہ صنعتیں ہیں جن میں اپنے دیس کا کچا مال استعمال نہیں ہوتا بلکہ دور دور کے علاقوں سے کچا مال آتا ہے۔ان صنعتوں کی پیداوار کی کھپت صرف اپنے ملک میں نہیں بلکہ دنیا کے ہر گوشے میں ہوتی ہے۔ پرانی ضرورتوں کی جگہ جو اپنے ملک کی پیداوار سے پوری ہو جایا کرتی تھیں، اب نئی ضرورتیں پیدا ہو گئی ہیں جن کو پورا کرنے کے لئے دور دراز کے ملکوں اور علاقوں کا مال چاہئے۔ پرانی مقامی اور قومی علحدگی اور خود کفالتی کے بدلے اب ہر طرف باہمی اشتراک کا دور دورہ ہے اور قوموں کی ایک دوسرے سے عالم گیر وابستگی دیکھنے میں آتی ہے۔ مادی پیداوار کا جو حال ہے وہی ذہنی پیداوار کا بھی ہے۔ ہر قوم کے ذہنی کارنامے ساری دنیا کی میراث بنتے جارہے ہیں۔قومی یک طرفہ پن اور تنگ نظری دن بدن ناممکن ہوتی جارہی ہے اور متعدد قومی اور مقامی ادب سے مل کر ایک عالم گیر ادب جنم لے رہا ہے۔

بورژوا طبقہ تمام آلات پیداوار کو تیزی سے ترقی دیتا اور آمد و رفت کے وسیلوں کو بے حد آسان بناتا رہتا ہے اور ان کے بل پر وہ تمام قوموں کو حتیٰ کہ انتہائی وحشی قوموں کو بھی تہذیب کے دائرے میں کھینچ لاتا ہے۔اس کے تجارتی مال کی ارزانی گولے بارود کا کام کرتی ہے جن سے مار مار کر وہ ہر دیوار چین کو گرا دیتا ہے اور ضدی سے ضدی وحشیوں کو جن کے دل سے غیروں کی نفرت کا جذبہ مارے نہیں مرتا، ہار ماننے پر مجبور کر دیتا ہے۔وہ تمام قوموں کو مجبور کرتا ہے کہ بورژوا طریقہ پیداوار اختیار کریں یا فنا ہو جائیں۔وہ انہیں مجبور کرتا ہے کہ وہ بھی اس کی منہ بولی تہذیب کو اپنے یہاں رائج کریں یعنی وہ خود بھی بورژوا بنیں۔مختصر یہ کہ وہ اپنے سانچے میں ایک دنیا کو ڈھال لیتا ہے۔

بورژوا طبقے نے دیہات کو شہروں کے تابع کر دیا ہے۔اس نے بڑے بڑے شہر بسائے ہیں۔دیہات کے مقابلے میں شہری آبادی کو بہت بڑھا دیا ہے اور اس طرح آبادی کے ایک بڑے حصے کو دیہاتی زندگی کے گھامڑ پن سے چھٹکارا دلایا ہے۔جس طرح اس نے دیہات کو شہروں کا دست نگر بنایا، اسی طرح غیر مہذب اور نیم مہذب ملکوں کو مہذب ملکوں کا، کسانوں کی قوموں کو بورژوا قوموں کا، مشرق کو مغرب کا محتاج بنایا۔

بورژوا طبقے ذرائع پیداوار ملکیت اور آبادی کی تتر بتر حالت کو دن بدن ختم کرتا جارہا ہے۔اس نے کثیر آبادیوں کو اکٹھا کیا ہے۔ذرائع پیداوار کو مرکزیت بخشی ہے اور ملکیت کو چند

ہاتھوں میں بٹور لیا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ سیاسی مرکزیت تھا۔ صوبے جو آزاد تھے یا جن میں کوئی واضح تعلق نہیں تھا، جن کے مفاد، قانون، حکومتیں اور محصول کے طریقے الگ الگ تھے، اب مل کر ایک قوم بن گئے ہیں، جس کی ایک حکومت ہے، قانون کا ایک ہی ضابطہ ہے، ایک قومی طبقاتی مفاد ہے، ایک سرحد اور ایک کسٹم ڈیوٹی ہے۔

بورژوا طبقے نے اپنے بہ مشکل ایک سو برس کے دور حکومت میں اتنی بڑی اور دیو پیکر پیداواری قوتیں تخلیق کر لی ہیں کہ پچھلی تمام نسلیں مل کر بھی نہ کر سکی تھیں۔ قدرت کی طاقتوں پر انسان کی کارفرمائی، مشینیں، صنعت اور زراعت میں کیمیا کا استعمال، دخانی جہاز رانی، ریلیں، تار برقی، کھیتی کے لئے پورے کے پورے براعظموں کی صفائی، نہریں بنا کر دریاؤں کو ملانا اور گویا جادو کے زور سے زمین کا سینہ چیر کر چشم زدن میں بڑی بڑی آبادیوں کا ظہور میں آجانا_ آج سے پہلے کس زمانے کے لوگوں کے وہم وگمان میں بھی یہ بات آسکتی تھی کہ اجتماعی محنت کی گود میں ایسی ایسی پیداواری طاقتیں پڑی سو رہی ہیں؟

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ پیداوار اور تبادلہ کے وسیلے، جن کی بنیاد پر بورژوا طبقے نے اپنے آپ کو بنایا، جاگیردار سماج میں پیدا ہوئے تھے۔ پیداوار اور تبادلہ کے ان وسیلوں کی نشو ونما میں ایک منزل ایسی آئی کہ جاگیردار سماج کے حالات میں جن میں مال کی پیداوار اور اس کا تبادلہ ہوتا تھا، زراعت اور کارخانہ داری صنعت کی جاگیردار تنظیم کے اندر، مختصر یہ کہ ملکیت کے جاگیردار رشتوں سے اب بڑھی ہوئی پیداواری قوتوں کا نباہ ناممکن ہوگیا۔ یہ رشتے ان قوموں کے پیروں کی زنجیر بن گئے۔ ان زنجیروں کو توڑنا تھا۔ ان کو توڑ دیا گیا۔

اب آزاد مقابلے نے ان کی جگہ لے لی، اور اپنے حسب حال ایک سماجی اور سیاسی نظام اور بورژوا طبقے اور سیاسی اقتدار بھی ساتھ لیتا آیا۔

اسی قسم کی ایک تبدیلی خود ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہی ہے۔ جدید بورژوا سماج نے گویا جادو کے زور سے پیداوار اور تبادلے کے عظیم الشان وسیلے کھڑے کر لئے ہیں۔ مگر پیداوار، تبادلہ اور ملکیت کے اپنے رشتوں سمیت اس سماج کی حالت اس شعبدہ گر کی سی ہے جس نے اپنے جادو سے شیطانی طاقتوں کو جگا تو لیا ہے مگر اب قابو میں نہیں رکھ سکتا۔ پچھلے بیسیوں برس سے صنعت اور تجارت کی تاریخ، جدید پیداواری قوتوں کی بغاوت کی تاریخ ہے، بغاوت جدید تعلقات پیداوار کے خلاف اور ملکیت کے ان رشتوں کے خلاف جو بورژوا طبقے اور اس کے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔ اس سلسلے میں ان تجارتی بحرانوں کا ہی نام لینا کافی ہے جو برابر کچھ وقفے کے بعد لوٹ کر آیا کرتے ہیں اور پورے بورژوا سماج کی زندگی کو ہر بار پہلے سے بھی بڑے خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔ ان بحرانوں میں ہر بار صرف تیار مال کا ہی نہیں بلکہ پہلے کی بھی ہوئی پیداواری قوتوں کا بھی ایک بڑا حصہ برباد کر دیا جاتا ہے۔ ان بحرانوں میں گویا ایک وبا سی پھیل جاتی ہے، فاضل پیداوار کی وبا، جو پہلے کے تمام زمانوں میں ایک ان ہونی سی بات معلوم ہوتی۔ سماج دفعتاً اپنے آپ کو کچھ دنوں کے لئے بربریت کے عالم میں پاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے قحط یا عالم گیر جنگ کی تباہ کاریوں نے تمام وسائل حیات کے دروازے بند کر دئے ہوں۔ صنعت وتجارت برباد ہوتی نظر آتی ہے۔ اور یہ کیوں ؟اس لئے کے تمدن کی برکتوں کی افراط ہے۔ زندگی کے وسائل کی افراط ہے، صنعت کی افراط ہے، تجارت کی افراط ہے۔ سماج کے ہاتھ میں جو پیداواری قوتیں ہیں ان سے اب بورژوا ملکیت کے نظام کی مزید ترقی میں کوئی مدد نہیں ملتی بلکہ اس کے برعکس وہ اتنی طاقتور ہوگئی ہیں کہ اس نظام کے سنبھالے نہیں سنبھلتیں۔ یہ نظام ان کے پیروں کی زنجیر بن جاتا ہے اور جوں ہی کہ وہ ان زنجیروں پر قابو پاتی ہیں پورے بورژوا سماج میں خلل پڑ جاتا ہے۔ بورژوا ملکیت کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ بورژوا تعلقات کا دامن اتنا تنگ ہے کہ وہ خود اپنی پیدا کی ہوئی دولت بھی نہیں سنبھال سکتا۔ پھر بورژوا طبقہ ان بحرانوں پر قابو کیسے پاتا ہے؟ اس کے لئے ایک طرف نئی منڈیوں پر قبضہ کیا جاتا ہے اور پرانی منڈیوں کا استحصال اور بھی زیادہ شدت سے کیا جاتا ہے۔ یعنی اور بھی زیادہ وسیع اور تباہ کن بحرانوں کے لئے راستہ صاف کیا جاتا ہے اور ان بحرانوں کو روکنے کے وسیلے اور کم کر دئے جاتے ہیں۔

وہ ہتھیار جن سے بورژوا طبقے نے جاگیردار نظام کو زیر کیا تھا، اب خود بورژوا طبقے کے خلاف اٹھائے جا رہے ہیں۔ لیکن بورژوا طبقے نے صرف وہ ہتھیار ہی نہیں ڈھالے جو اس کی موت کا پیغام لا رہے ہیں، وہ ان آدمیوں کو بھی وجود میں لے آیا ہے جو یہ ہتھیار اٹھائیں گے، یعنی پرولتاریہ، جدید مزدور طبقہ۔

جس نسبت سے بورژوا طبقے یعنی سرمائے کی ترقی ہوتی ہے اسی نسبت سے پرولتاریہ یعنی جدید مزدور طبقہ ترقی کرتا ہے جو زندہ اسی وقت تک رہ سکتا ہے جب تک اسے کام ملتا رہے اور کام اسی وقت تک ملتا ہے جب تک اس کی محنت سرمایہ کو بڑھاتی ہے۔ یہ مزدور جنھیں اپنے آپ کو فرداً فرداً کر کے بیچنا پڑتا ہے، تجارت کی اور سب چیزوں کی طرح ایک جنس تبادلہ ہیں۔ لہٰذا یہ بھی مقابلے کے تمام ہیر پھیر اور منڈی کی تمام اتار چڑھاؤ کے رحم وکرم پر ہیں۔

مشینوں کے وسیع استعمال اور محنت کی تقسیم کی وجہ سے مزدوروں کا کام اپنی تمام انفرادی خصوصیت کھو چکا ہے اور اسی وجہ سے مزدور کے لئے اس میں کوئی دل کشی باقی نہیں رہی۔ وہ مشین کا دم چھلا بن کر رہ گیا ہے۔ اس کو اب صرف ایک ڈھب جاننا چاہیے جو نہایت سیدھی سادی، نہایت اکتا دینے والی اور نہایت آسانی سے آنے والی چیز ہے۔ چنانچہ مزدور پر لاگت تقریباً تمام تر ان وسائل زندگی تک محدود ہے جو اس کے اپنے گذارے اور افزائش نسل کے لئے ضروری ہیں۔ لیکن کسی جنس کی قیمت اور اس لئے محنت کی قیمت (بعد مارکس نے بتایا کہ مزدور اپنی محنت نہیں بلکہ محنت کی طاقت بیچتا ہے۔ اس سلسلے میں مارکس کی کتاب اجرتی محنت اور سرمایہ پر اینگلز کا مقدمہ پڑھئے۔ (ایڈیٹر) بھی اس کی پیداوار کی لاگت کے برابر ہے۔ اس لئے کام جتنا زیادہ ناپسندیدہ ہوتا جاتا ہے اسی نسبت سے اجرت میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ جس نسبت سے مشینوں کا استحصال اور محنت کی تقسیم بڑھتی ہے، اسی نسبت سے مشقت کا بوجھ بڑھتا ہے۔ چاہے وہ کام کے گھنٹے بڑھنے سے ہو، مقررہ وقت میں زیادہ کام لینے کی وجہ سے ہو یا مشین کی رفتار تیز ہو جانے سے۔

جدید صنعت نے اہل حرفہ کے چھوٹے کارخانے کو صنعتی سرمایہ دار کی بڑی فیکٹری میں بدل دیا ہے۔ مزدوروں کے کثیر انبوہ کو فیکٹری میں جمع کر کے فوجی سپاہیوں کی طرح ان کی تنظیم کی ہے۔ افسروں اور حولداروں کا ایک پورا سلسلہ ہے جن کی کمان میں انہیں صنعتی فوج کے عام سپاہیوں کی طرح رکھا گیا ہے۔ وہ صرف بورژوا طبقے اور بورژوا ریاست کے غلام نہیں ہیں، وہ ہر دن اور ہر گھڑی مشین کی، نگران کار کی اور سب سے بڑھ کر انفرادی طور پر کارخانے کے مالک بورژوا کی غلامی کرتے ہیں۔ یہ ظالمانہ نظام جس قدر کھلے بندوں نفع خوری کو اپنی غرض و غایت بناتا ہے، اسی قدر ذلیل قابل نفرت اور تلخ تر ہوتا جاتا ہے۔

جسمانی محنت میں مہارت اور طاقت صرف کرنے کی ضرورت جس قدر کم ہوتی جاتی ہے یعنی دوسرے لفظوں میں جدید صنعت جتنی زیادہ ترقی کرتی ہے اسی قدر عورتوں کا کام مردوں کی جگہ لیتا ہے۔ مزدور طبقے کے لئے عمر اور جنس کی بنا پر امتیاز قائم کرنے کا اب کوئی سماجی جواز باقی نہیں رہا۔ سب محنت کے آلہ کار ہیں جن کی قیمت ان کی عمر اور جنس کے لحاظ سے بڑھتی گھٹتی رہتی ہے۔ جوں ہی کارخانہ دار کے ہاتھوں مزدور کا استحصال کچھ دیر کے لئے رکتا ہے اور اسے اپنی اجرت کے نقد پیسے ملتے ہیں، ویسے ہی بورژوا طبقے کے دوسرے حصے مالک

مکان، دوکاندار، ساہوکار وغیرہ اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ درمیانی طبقے کے نچلے حصے چھوٹے کارخانہ دار، چھوٹے تاجر اور عموما کاروبار چھوڑ بیٹھنے والے تاجر، دست کار اور کسان یہ سب گرتے گرتے پرولتاریہ میں جا ملتے ہیں۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ جس پیمانے پر جدید صنعت چلائی جاتی ہے اس کے لئے ان کا حقیر سرمایہ کفایت نہیں کرتا اور بڑے سرمایہ داروں کے مقابلے میں ان کی لٹیا ڈوب جاتی ہے۔ اور کچھ اس وجہ سے کہ ان کا مخصوص ہنر اب پیدوار کے نئے طریقوں کی بدولت کسی کام کا باقی نہیں رہتا۔ اس طرح آبادی کے ہر طبقے سے لوگ بھرتی ہو کر پرولتاریہ میں آتے رہتے ہیں۔ مزدور طبقہ نشوونما کی کئی منزلوں سے گذرتا ہے۔ پیدا ہوتے ہی بورژوا طبقے سے اس کی جدوجہد شروع ہو جاتی ہے۔ شروع شروع میں کسی ایک بورژوا کے خلاف جو براہ راست ان کا استحصال کرتا ہے، اکے دکے مزدور مقابلے پر اترتے ہیں۔ پھر ایک فیکٹری میں کام کرنے والے اور اس کے بعد ایک علاقے میں ایک پوری صنعت کے مزدور۔ ان کے حملے کا رخ صرف بورژوا تعلقات پیداوار کے خلاف نہیں بلکہ خود آلات پیداوار کے خلاف ہوتا ہے۔ وہ باہر سے آئی ہوئی مصنوعات کو جوان کی محنت سے مقابلہ کرتی ہیں، برباد کرنے لگتے ہیں۔ وہ مشینوں کو پاش پاش کر دیتے ہیں۔ کارخانوں میں آگ لگا دیتے ہیں۔ اور عہد وسطی کے کاریگروں کے کھوئے ہوئے مرتبے کو زبردستی لوٹالانا چاہتے ہیں۔

اس وقت مزدور تتر بتر بھیڑ کی حالت میں سارے ملک میں بکھرے ہوتے ہیں۔ آپس کے مقابلے سے ان کا شیرازہ منتشر رہتا ہے۔ اگر کہیں کہیں وہ مل کر زیادہ گٹھی ہوئی جماعت بناتے ہیں تو یہ ابھی تک ان کے اپنے عملی اتحاد کا نتیجہ نہیں بلکہ بورژوا طبقے کے اتحاد کا نتیجہ ہے۔ یہ طبقہ خود اپنا سیاسی مقصد پورا کرنے کے لئے مجبور ہوتا ہے کہ پورے مزدور طبقے کو حرکت میں لائے اور اس میں اس وقت تک ایسا کرنے کی قدرت بھی ہوتی ہے۔ اس لئے اس مرحلے پر مزدور طبقہ اپنے دشمنوں سے نہیں بلکہ اپنے دشمنوں کے دشمنوں سے _ مطلق العنان بادشاہت کی بچی کچی نشانیوں سے، زمین داروں سے غیر صنعتی بورژوا اور پیٹی بورژوا طبقے سے لڑتا ہے۔ غرضیکہ تاریخ کی ساری حرکت کی باگ ڈور بورژوا طبقے کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ اور ان حالات میں جو فتح حاصل ہوتی ہے وہ بورژوا طبقے کی فتح ہوتی ہے۔

لیکن صنعت کی ترقی کے ساتھ مزدور طبقہ صرف تعداد میں ہی نہیں بڑھتا بلکہ وہ بڑی سے بڑی تعداد میں مرکوز ہونے لگتا ہے اس کی طاقت بڑھتی ہے اور اسے روز بروز اپنی طاقت کا احساس ہونے لگتا ہے۔ جیسے جیسے مشین محنت کے تمام امتیازوں کو مٹاتی جاتی ہے اور تقریبا ہر جگہ اجرتوں کو ایک ہی ادنی سطح پر لے آتی ہے، اسی نسبت سے مزدور طبقے کی صفوں کے اندر مختلف مفاد اور زندگی کی مختلف حالتوں میں یکسانیت پیدا ہوتی ہے۔ بورژوا طبقے میں بڑھتا ہوا مقابلہ اور اس کی بدولت تجارتی بحران مزدوروں کی اجرتوں میں آئے دن اتار چڑھاؤ پیدا کرتے رہتے ہیں۔ مشینوں میں نت نئے سدھار اور ان کی تیز سے تیز تر ترقی کی وجہ سے مزدوروں کی روزی دن بدن خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ اکے دکے مزدوروں اور بورژوا لوگوں کی جھڑپیں روز بروز دو طبقوں کی ٹکر کی صورت اختیار کرتی جاتی ہیں اور تب بورژوازی کے خلاف مزدور اپنی انجمنیں (ٹریڈ یونینیں) بنانے لگتے ہیں۔ اجرت کی شرح کو قائم رکھنے کے لئے وہ آپس میں مل جاتے ہیں۔ اپنی وقتی بغاوتوں کے لئے پہلے سے بندوبست کرنے کی غرض سے وہ مستقل انجمنیں قائم کرتے ہیں۔ کہیں کہیں یہ ٹکر کھلی بغاوت کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

کبھی کبھار مزدوروں کی جیت ہوتی ہے مگر چند روزہ ان کی جدوجہد کا اصلی پھل فوری کامیابیوں میں نہیں بلکہ مزدوروں کے دن بدن بڑھتے ہوئے اتحاد میں ہے۔ اس اتحاد کو آمدورفت کے ان ترقی یافتہ وسیلوں سے بڑی مدد ملتی ہے جنہیں جدید صنعت نے جنم دیا ہے اور جن کی مدد سے مختلف جگہوں کے مزدوروں میں ربط پیدا ہوتا ہے۔ اور وہی ربط ہے جس کی سب سے زیادہ ضرورت تھی تاکہ تمام مقامی جدوجہد جس کی نوعیت سب جگہ ایک سی ہے ایک مرکز پر لائی جا سکے۔ لیکن ہر طبقاتی جدوجہد ایک سیاسی جدوجہد ہے۔ اور وہ اتحاد جسے حاصل کرنے کے لئے عہد وسطی کے شہریوں کو اپنی خستہ حال شاہراہوں کی وجہ سے صدیاں درکار تھیں، جدید مزدور طبقے نے ریلوں کی برکت سے چند برسوں میں قائم کر لیا ہے۔

ایک طبقے کی صورت میں اور اس کے نتیجے کے طور پر ایک سیاسی پارٹی میں مزدور طبقے کی یہ تنظیم خود مزدوروں کے آپس کے مقابلے کی بدولت برابر الٹتی رہتی ہے۔ لیکن ہر بار وہ پہلے سے زیادہ مضبوط، زیادہ پائیدار اور زیادہ طاقتور ہو کر اٹھ کر کھڑی ہوتی ہے اور خود بورژوا طبقے کے اندر کی پھوٹ سے فائدہ اٹھا کر وہ مزدوروں کے انفرادی مفاد قانون کی نظر میں تسلیم کرا لیتی ہے۔ چنانچہ انگلینڈ میں دس گھنٹے کام کا قانون اسی طرح منظور ہوا تھا۔

فی الجملہ پرانے سماج کے طبقوں کی آپس کی ٹکریں مزدور طبقے کی نشوونما میں کئی طرح سے مددگار رہتی ہیں۔ بورژوا طبقہ اپنے آپ کو مسلسل جدوجہد میں مبتلا پاتا ہے۔ شروع میں طبقہ امرا کے خلاف پھر بورژوا طبقے کے ان حصوں کے خلاف جن کی مفاد صنعت کی ترقی سے ٹکرانے لگتے ہیں اور ساری بدیسی بورژوازی کے خلاف تو ہر زمانے میں۔ ان سب لڑائیوں میں وہ مجبور ہوتا ہے کہ مزدور طبقے سے اپیل کرے، اس سے مدد مانگے اور اس طرح اسے سیاست کے میدان مین کھینچ لائے۔ غرضیکہ خود بورژوا طبقہ پرولتاریہ کو اپنی سیاسی اور عام تعلیم کی مبادیات سے لیس کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ خود پرولتاریہ کے ہاتھوں میں بورژوا طبقے سے لڑنے کے ہتھیار دیتا ہے۔

پھر ہم یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ صنعت کی ترقی سے حکمران طبقوں کے بعض پورے کے پورے گروہ تباہ ہو کر مزدور طبقے میں آ ملتے ہیں۔ یا کم از کم ان کے حالات زندگی کے تباہ ہونے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان سے بھی مزدور طبقے کو روشن خیالی اور ترقی کی نئی مبادیات ملتی ہیں۔

بالآخر جب طبقاتی جدوجہد کے فیصلہ کن لمحے قریب آتے ہیں تو حکمران طبقے کی اندر اور دراصل پورے پرانے سماج کے اندر انتشار کا یہ سلسلہ اتنی شدید اور نمایاں صورت اختیار کر لیتا ہے کہ حکمران طبقے کا ایک مختصر گروہ اس سے ٹوٹ کر الگ ہو جاتا ہے اور انقلابی طبقے میں آ ملتا ہے۔ اس طبقے میں جس کے ہاتھ میں مستقبل کی باگ ڈور ہے۔ جس طرح اس سے پہلے دور میں طبقہ امرا کا ایک حصہ بورژوا طبقے سے آ ملا تھا اسی طرح آج بورژوا طبقے کا ایک حصہ پرولتاری طبقے کا ساتھ اختیار کرتا ہے اور خاص کر بورژوا اہل فکر کا وہ حصہ جو اس بلندی پر پہنچ گیا ہے کہ بحیثیت مجموعی پورے تاریخی ارتقا کو نظریاتی طور سے سمجھ سکے۔

بورژوا طبقے کے روبرو اس وقت جتنے طبقے کھڑے ہیں ان سب میں ایک پرولتاریہ ہی حقیقت میں انقلابی ہے۔ دوسرے طبقے جدید صنعت کے مقابلے میں زوال پذیر اور بالآخر ناپید ہوتے جاتے ہیں۔ پرولتاریہ اس کی مخصوص اور لازمی پیداوار ہے۔

درمیانی پرت: چھوٹے کارخانہ دار دکاندار دست کار کسان سب ہی بورژوا طبقے سے لڑتے ہیں تاکہ درمیانی پرت کی حیثیت سے اپنی ہستی کو مٹنے سے بچائیں۔ اس لئے وہ انقلابی نہیں قدامت پرست ہیں۔ اتنا ہی نہیں وہ رجعت پرست بھی ہیں۔ کیونکہ وہ تاریخ کی گنگا کو الٹا بہانا چاہتے ہیں۔ اگر کبھی وہ انقلابی بنتے ہیں تو صرف یہی دیکھ کر کہ ان کے لئے پرولتاریہ کے ساتھ ملنے کی گھڑی قریب آ پہنچی ہے کہ وہ اپنے حال کے نہیں مستقبل کے مفاد کی حفاظت کرتے ہیں۔ کہ پرولتاریہ کے نقطہ نظر پر پہنچنے کے لئے خود اپنے نقطہ نظر سے دست بردار ہو

جاتے ہیں۔

ہوسکتا ہے کہ وہ Lumpen-Proletariat (سرمایہ دارانہ سماج میں طبقات سے ٹوٹی ہوئی تہہ جو پیداواری عوامل سے نکالے ہوئے لوگوں، بھک منگوں، آوارہ گردوں، رنڈیوں اور مجرموں وغیرہ پر مشتمل ہوتی ہیں۔) وہ پڑی پڑی سڑنے والی پیداوار جسے پرانے سماج کی سب سے نچلی تہیں چھوڑ گئی ہیں، کہیں کہیں پرولتاری انقلاب کی تحریک کے بہاؤ میں آجائے۔لیکن اس کی زندگی کے حالات ایسے ہیں کہ اس میں رجعت پرستوں کی سانٹھ گانٹھ میں بھاڑے کا ٹٹو بننے کی رجحان زیادہ ہوتا ہے۔

پرولتاریہ کے حالات زندگی میں پرانے سماج کے حالات زندگی ختم ہوجاتے ہیں۔ پرولتاری کی کوئی ملکیت نہیں۔اپنے بیوی بچوں سے اس کے تعلقات میں اور بورژوا خانگی زندگی میں اب کوئی چیز مشترک نہیں رہتی۔ جدید صنعتی محنت نے، سرمائے کی جدید غلامی نے، جو انگلینڈ اور فرانس میں امریکہ اور جرمنی میں سب جگہ ایک ہے، اس سے قومی کردار کی ہر نشانی چھین لی ہے۔قانون اخلاق مذہب سب اس کے لئے بورژوا طبقے کے ڈھکوسلے سے زیادہ نہیں ہیں جن میں ایک ایک کے پیچھے بورژوا مفاد گھات لگائے بیٹھے ہیں۔

پہلے کے تمام طبقوں نے جب کبھی غلبہ پایا تو اپنے حاصل کئے ہوئے مرتبے کو پائیدار بنانے کے لئے پورے سماج کو اپنے نظام تصرف کے تابع کردینا چاہا۔ پرولتاری جب تک خود اپنے سابقہ طریقہ تصرف کو اور اس طرح تصرف کے ہر سابقہ طریقے کو منسوخ نہ کرڈالے سماج کی پیداواری قوتوں کا مالک نہیں بن سکتا۔اس کا اپنا کچھ نہیں جسے قائم رکھنا ہو اور جس کی حفاظت کرنی ہو۔اس کا منصب ذاتی ملکیت کے جملہ سابقہ تحفظات اور ضمانتوں کو مٹانا ہے۔

پہلے کی تمام تاریخی تحریکیں اقلیتوں کی تحریکیں تھیں یا اقلیتوں کے حق میں تھیں۔مزدور تحریک بہت بڑی اکثریت کے حق میں، بہت بڑی اکثریت کے مفادات کے لئے آزاد تحریک ہے۔پرولتاریہ موجودہ سماج میں سب سے نیچے درجے پر ہے اور جب تک مروجہ سماج کے بالائی پرتوں کے تمام تار و پود نہ بکھیر دئے جائیں وہ نہ تو جنبش کرسکتا ہے اور نہ سر اٹھا سکتا ہے۔

بورژوا طبقے کے خلاف پرولتاریہ کی جدوجہد معنوی اعتبار سے تو نہیں، مگر اپنی صورت میں شروع شروع میں ایک قومی جدوجہد ہوتی ہے۔ظاہر ہے کہ ہر ملک کے پرولتاریہ کو سب سے پہلے اپنے ہی بورژوا طبقے سے نبٹنا پڑتا ہے۔

پرولتاریہ کی نشوونما کے بالکل عام مدارج بیان کرتے ہوئے ہم نے اس خانہ جنگی کا خاکہ کھینچا تھا جو موجودہ سماج کسی قدر پوشیدہ طور پر زور وشور سے جاری ہے۔حتی کہ ایک منزل اپنی آتی ہے جبکہ یہ جنگ کھلم کھلا انقلاب کی صورت اختیار کرلیتی ہے اور بورژوا طبقے کا تختہ زبردستی الٹ کر پرولتاریہ کے اقتدار کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔

ہم نے دیکھا کہ آج تک ہر سماج کی بنیاد ظالم اور مظلوم طبقوں کے تصادم پر رہی ہے۔لیکن کسی طبقے پر ظلم کرنے کے لئے بھی ایسے حالات مہیا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جن میں طبقہ کم از کم اپنی غلامانہ زندگی کو برقرار رکھ سکے۔ زرعی غلامی کے زمانے میں زرعی غلام بڑھتے بڑھتے کمیون کا رکن بنا۔ٹھیک اسی طرح جیسے پیٹی بورژوا آدمی جاگیردارانہ مطلق العنانی کے جوئے تلے ترقی کرکے بورژوا بن گیا۔اس کے برعکس جدید مزدور صنعت کے فروغ کے ساتھ اوپر اٹھنے کے بجائے اپنے طبقے کے موجودہ معیار زندگی سے بھی نیچے گرتا جارہا ہے۔وہ نادار ہوتا جارہا ہے اور ناداری آبادی اور دولت دونوں سے زیادہ تیزی سے بڑھتی ہے۔اور اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ بورژوا طبقہ اب اس قابل نہیں رہا کہ سماج پر حکمرانی کرسکے اور اپنے طبقے کے حالات زندگی کو ہمہ گیر قانون کا درجہ دے کر پورے سماج پر چسپاں کرسکے۔ وہ حکومت کرنے کا اہل نہیں رہا کیونکہ وہ اپنے غلاموں کو اپنی غلامی میں بھی زندگی کی ضمانت نہیں دے سکتا کیونکہ وہ انہیں اس قدر نیچے گرنے سے نہیں ورک سکتا کہ بجائے خود ان سے روزی حاصل کرنے کے اسے خود انہیں روٹی دینی پڑتی ہے۔سماج اب اس بورژوا طبقے کے تحت نہیں وہ سکتا۔دوسرے لفظوں میں اب اس کے وجود کو سماج کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں رہی۔

بورژوا طبقے کے وجود اور اقتدار کی لازمی شرط یہ ہے کہ سرمایہ برابر بنتا اور بڑھتا رہے۔سرمائے کے وجود کے لئے اجرتی محنت شرط ہے۔اجرتی محنت خصوصاً تمام مزدوروں کے آپس کے مقابلے پر منحصر ہے۔صنعت کی ترقی سے جس کو بورژوا طبقے کے ہاتھوں بلا ارادہ فروغ ہوتا ہے۔مزدوروں کی ایک دوسرے سے علیحدگی دور ہوتی ہے۔جو باہمی مقابلے کا نتیجہ تھی اور اس کے بجائے ساتھ کام کرنے کی وجہ سے ان میں انقلابی ایکا پیدا ہونے لگتا ہے۔غرضیکہ جدید صنعت کی ترقی سے وہ بنیاد ہی غارت ہوجاتی ہے جس پر بورژوا طبقہ مال پیدا کرتا اور اس کو تصرف میں لاتا ہے۔لہٰذا بورژوا طبقے نے سب سے بڑھ کر جن کو پیدا کیا وہ اس کی اپنی قبر کھودنے والے ہیں۔اس کا زوال اور پرولتاریہ کی فتح لابدی ہے۔

2۔ پرولتاریہ اور کمیونسٹ

بحیثیت مجموعی پرولتاریوں سے کمیونسٹوں کا کیا تعلق ہے؟

کمیونسٹ، مزدور طبقے کی دوسری پارٹیوں کے خلاف کوئی الگ پارٹی نہیں بناتے۔

بحیثیت مجموعی پرولتاری طبقے کے مفاد کے سوا اور اس سے جدا ان کا کوئی مفاد نہیں۔

وہ اپنے جداگانہ فرقہ پرور اصول قائم نہیں کرتے جس سے مزدور تحریک کو کوئی خاص شکل دی جائے اور کسی خاص سانچے میں ڈھالا جائے۔

کمیونسٹوں کا امتیاز مزدور طبقے کی دوسری پارٹیوں سے صرف یہ ہے کہ (۱) مختلف ملکوں کے مزدوروں کی قومی جدوجہد میں وہ بلا امتیاز قومیت پورے مزدور طبقے کے مشترک مفاد پر زور دیتے اور ان کو نمایاں کرتے ہیں۔(۲) بورژوا طبقے کے خلاف مزدور طبقے کی جدوجہد اپنی نشوونما کے جن مرحلوں سے گذرتی ہے ان میں وہ ہر جگہ اور ہمیشہ بحیثیت پوری تحریک کے مفاد کی ترجمانی کرتے ہیں۔

چنانچہ ایک طرف جہاں تک عمل کا تعلق ہے، کمیونسٹ ہر ملک کی مزدور پارٹیوں میں سب سے اگوا اور ثابت قدم دستہ ہیں، وہ دستہ جو ہمیشہ اوروں کو آگے بڑھاتا چلتا ہے، اور دوسری طرف جہاں تک نظریے کا تعلق ہے، عام مزدوروں پر ان کو فوقیت یہ ہے کہ وہ مزدور تحریک کا آگے بڑھنے کا راستہ پہچانتے ہیں۔اس کے حالات اور آخری عام نتیجوں کو اچھی طرح

سمجھتے ہیں۔

کمیونسٹوں کا فوری مقصد وہی ہے جو مزدوروں کی سب ہی دوسری پارٹیوں کا یعنی یہ کہ مزدوروں کا ایک طبقہ بنے، بورژوا طبقے کا غلبہ ختم کیا جائے اور پرولتاریہ سیاسی اقتدار پر قبضہ کرے۔

کمیونسٹوں کے نظریاتی نتیجے ہرگز کسی ایسے خیالات یا اصولوں پر مبنی نہیں ہیں جنہیں کسی عالم گیر اصلاح کا خواب دیکھنے والے مصلح نے کھوج نکالا ہو یا جو اس کے دماغ کی اپج ہوں۔

وہ تو فقط ان حقیقی تعلقات کو عام الفاظ میں پیش کرتے ہیں جو موجودہ طبقاتی جدوجہد سے پیدا ہوئے ہیں، ایک ایسی تاریخی تحریک سے جو ہماری آنکھوں کے سامنے جاری ہے۔

ملکیت کے مروجہ تعلقات کو مٹانا کمیونزم کی کوئی امتیازی صفت نہیں ہے۔

گذشتہ زمانے میں تاریخی حالات کے بدلنے پر ملکیت کے سارے تعلقات میں برابر تاریخی رد و بدل ہوتا رہا ہے۔

مثلاً انقلاب فرانس نے بورژوا ملکیت کے حق میں جاگیردار ملکیت کو مٹا دیا۔

کمیونزم کی امتیازی صفت عام طور پر ملکیت کو نہیں بلکہ بورژوا ملکیت کو مٹانا ہے۔

لیکن جدید بورژوا ذاتی ملکیت مال کو پیدا کرنے اور تصرف میں لانے کے اس نظام کا آخری اور سب سے مکمل اظہار ہے جو طبقاتی اختلافات اور چند لوگوں کے ہاتھوں اکثریت کے استحصال پر مبنی ہے۔

ان معنوں میں کہا جا سکتا ہے کہ کمیونسٹوں کا نظریہ مختصر لفظوں میں ذاتی ملکیت کو مٹانا ہے۔

ہم کمیونسٹوں پر الزام ہے کہ ہم انسان کی نجی محنت سے انفرادی ملکیت حاصل کرنے کا حق چھین لینا چاہتے ہیں، حالانکہ کہا جاتا ہے کہ یہی ملکیت تمام شخصی آزادی سرگرمی اور خود مختاری کی بنیاد ہے۔

گاڑھے پسینے کی کمائی اپنے دست و بازو سے پیدا کی ہوئی ملکیت!

کیا آپ کی مراد چھوٹے دست کار اور چھوٹے کسان کی ملکیت سے ہے جو بورژوا ملکیت سے پہلے کی صورت تھی؟ اسے مٹانے کی کوئی ضرورت نہیں۔صنعت کی ترقی بڑی حد تک اسے مٹا چکی ہے اور آئے دن مٹاتی جاتی ہے۔

یا شاید آپ کی مراد جدید بورژوا ذاتی ملکیت سے ہے؟

لیکن کیا اجرتی محنت نے مزدور کی محنت نے اس کے لئے کوئی ملکیت پیدا کی ہے؟ بالکل نہیں۔ اس سے صرف سرمایہ پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ وہ ملکیت ہے جو اجرتی محنت کا استحصال کرتی ہے اور جس کے بڑھنے کی واحد شرط یہ ہے کہ مزید استحصال کے لئے برابر اجرتی محنت مہیا ہوتی رہے۔ ملکیت اپنی موجودہ صورت میں سرمایہ اور اجرتی محنت کے تصادم پر مبنی ہے۔

آیئے ہم اس تصادم کے دونوں پہلوؤں پر غور کریں۔

سرمایہ دار ہونے کا مطلب پیداوار میں محض ذاتی نہیں بلکہ سماجی حیثیت کا مالک ہونا ہے۔ سرمایہ اجتماعی پیداوار ہے اور بہت سے آدمیوں کی متحدہ کوششوں سے بلکہ آخر تک نگاہ دوڑایئے تو سماج کے تمام ممبروں کی متحدہ کوششوں سے ہی حرکت میں لایا جا سکتا ہے۔

اس لئے سرمایہ کوئی شخصی نہیں بلکہ سماجی طاقت ہے۔

لہٰذا سرمایہ کو جب مشترکہ ملکیت یعنی سماج کے تمام ممبروں کی ملکیت بنایا جاتا ہے، تو اس سے انفرادی ملکیت سماجی ملکیت میں نہیں بدلتی، صرف ملکیت کی سماجی حیثیت بدل جاتی ہے

۔

اس کی طبقاتی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔

اب ہم اجرتی محنت پر نظر ڈالیں۔

اجرتی محنت کی اوسط قیمت کم سے کم اجرت ہی ہے اور اس میں نان نفقہ کی صرف اتنی ہی مقدار شامل ہے جو مزدور کو مزدور بنا کر کسی طرح زندہ رکھنے کے لئے قطعی ضروری ہے۔

چنانچہ اجرت پر کام کرنے والا مزدور اپنی محنت کے ذریعہ جو کچھ تصرف میں لاتا ہے وہ محض اسے زندہ رکھنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ ہمارا یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ محنت کی پیداوار کو ذاتی تصرف میں لانے کا یہ سلسلہ بند کر دیں۔ اس تصرف کا مقصد زندگی کو قائم رکھنا ہے۔ اور اس میں فاضل کچھ بچتا ہی نہیں جس کے بل پر دوسروں کی محنت قابو میں لائی جا سکے۔ ہم مٹانا چاہتے ہیں محض اس تصرف کی ناگفتہ بہ حالت کو جس کے تحت مزدور زندہ رہتا ہے فقط سرمایہ کو بڑھانے کے لئے، اور اس کو زندہ اسی وقت تک رہنے دیا جاتا ہے جب تک حکمران طبقے کے مفاد کو اس کی ضرورت ہوتی ہے۔

بورژوا سماج میں زندہ محنت محض ایک ذریعہ ہے جمع کی ہوئی محنت کو بڑھانے کا۔ کمیونسٹ سماج میں جمع کی ہوئی محنت ایک ذریعہ ہوگی جس سے مزدور کی زندگی میں نئی وسعتیں پیدا کی جائیں گی۔ اسے زیادہ پر مست بنایا جائے گا اور ترقی دی جائے گی۔

مختصر یہ کہ بورژوا سماج میں حال پر ماضی حاوی ہے۔ کمیونسٹ سماج میں ماضی پر حال حاوی ہوگا۔ بورژوا سماج میں سرمایہ آزاد ہے اور اس کی اپنی انفرادی ہستی ہے۔ یہاں زندہ انسان محکوم ہے اس کی کوئی ہستی نہیں۔

اور اس صروت حال کا مٹ جانا، بورژوا طبقے کی زبان میں، انفرادیت اور آزادی کا مٹ جانا ہے۔ اور بات ٹھیک ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارا مقصد بورژوا انفرادیت، بورژوا خود مختاری اور بورژوا آزادی کو مٹا دینا ہے۔

پیداوار کی موجودہ بورژوا حالتوں میں آزادی کا مطلب ہے تجارت کا آزادی۔ بیچنے اور خریدنے کی آزادی۔

لیکن اگر خرید وفروخت نہ رہے تو خرید وفروخت کی آزادی بھی نہیں رہے گی۔ خرید وفروخت کی آزادی کی یہ باتیں عموماً آزادی کی بارے میں ہمارے بورژوا طبقے کے یہ تمام بڑے بڑے بول اگر کوئی معنی رکھتے ہیں تو صرف پابند خرید وفروخت اور عہد وسطیٰ کے مظلوم تاجروں کے مقابلے میں، مگر کمیونزم کے مقابلے میں، جبکہ خرید وفروخت اور تجارت مٹ جائے گی، پیداوار کے بورژوا تعلقات اور خود بورژوا طبقہ مٹ جائے گا، یہ باتیں کوئی معنی نہیں رکھتیں۔

آپ حواس باختہ ہیں کہ ہم ذاتی ملکیت کو مٹانے کے درپے ہیں۔ لیکن آپ کے موجودہ سماج میں دس میں نو آدمیوں کے لئے ذاتی ملکیت پہلے ہی مٹ چکی ہے۔ اور تھوڑے سے آدمیوں کے لئے جو رہ گئی ہے تو اسی وجہ سے کہ دس میں نو اس سے محروم ہیں۔ آپ کے الزام کا مطلب یہ ہے کہ ہم ملکیت کی وہ صورت مٹا دینا چاہتے ہیں جس کے قائم رکھنے کی ضروری شرط ہی یہ ہے کہ سماج کی بہت بڑی اکثریت کے پاس کوئی ملکیت نہ ہو۔

مختصر یہ کہ آپ کو شکایت ہے کہ ہم آپ کی ملکیت مٹا دینا چاہتے ہیں۔ بجا ہے۔ ہمارا بالکل یہی ارادہ ہے۔

جس دن سے محنت کو سرمایہ، زر یا لگان میں نہیں بدلا جا سکے گا، اسے ایسی سماجی قوت کی شکل نہیں دی جا سکے گی، جسے کوئی اپنا اجارہ بنا سکے، یعنی جس دن سے انفرادی ملکیت بورژوا ملکیت میں تبدیل نہیں ہو سکے گی اس دن سے آپ کا خیال ہے انفرادیت ناپید ہو جائے گی۔

پھر تو آپ کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ "فرد" سے آپ کا مطلب ہر شخص نہیں صرف بورژوا ہے، درمیانی طبقے کا صاحب جائداد شخص۔ اور بلاشبہ اس شخص کو ختم کر دینا چاہیے۔

سماج کی پیداوار کو اپنے تصرف میں لانے کے حق سے کمیونزم کسی انسان کو محروم نہیں کرتی۔ وہ انسان کو صرف اس اختیار سے محروم کرنا چاہتی ہے جس کی بدولت وہ اس تصرف کے ذریعہ دوسروں کی محنت کو اپنا غلام بناتا ہے۔

اعتراض کیا جاتا ہے کہ ذاتی ملکیت کے مٹتے ہی سارے کام کاج بند ہو جائیں گے اور ہر آدمی پر کاہلی سوار ہو جائے گی۔

اس اعتبار سے تو بورژوا سماج کو محض کاہلی کے ہاتھوں آج سے بہت پہلے فنا کے گھاٹ اتر جانا چاہیے تھا کیونکہ اس سماج میں جو لوگ کام کرتے ہیں انہیں کچھ ملتا اور جنہیں ملتا ہے وہ کام نہیں کرتے۔ یہ اعتراض اسی بات کو دوسرے لفظوں میں دہراتا ہے کہ سرمایہ نہیں رہے گا تو اجرتی محنت بھی نہیں رہے گی۔

مادی پیداوار کے کمیونسٹ طریقہ پیدائش اور تصرف کے خلاف یہ تمام اعتراضات اسی طرح سے ذہنی پیداوار کے کمیونسٹ طریقہ پیدائش اور تصرف کے خلاف پیش کئے گئے ہیں۔ بورژوا کی نظر میں جس طرح طبقاتی ملکیت کا مٹنا سرے سے پیداوار کا مٹ جانا ہے، اسی طرح طبقاتی تہذیب کا مٹ جانا ان کے خیال میں ساری تہذیب کا مٹ جانا ہے۔

وہ تہذیب جس کے مٹنے پر وہ آنسو بہاتے ہیں، انسان کی بہت بڑی اکثریت کو محض مشین کی طرح حرکت کرنا سکھاتی ہے۔

بورژوا ملکیت کو مٹانے کی ہماری تجویز کو اگر آپ آزادی، تہذیب، قانون وغیرہ کے بورژوا تصورات کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ہیں تو ہم سے بحث میں الجھنے کی ضرورت نہیں۔ آپ کے خیالات بجائے خود بورژوا پیداوار اور بورژوا ملکیت کے تعلقات کا نتیجہ ہیں۔ اسی طرح جیسے آپ کا فلسفہ قانون اس کے سوا کچھ نہیں کہ آپ کے طبقے کی مرضی کو سب کے لئے قانون بنا دیا گیا اور وہ مرضی ایسی ہے جس کی اصلی نوعیت اور میلان آپ کے طبقے کے اقتصادی حالات زندگی سے متعین ہوا ہے۔

یہ خود غرض غلط خیالی جو آپ کو ترغیب دیتی ہے کہ آپ اپنے پیداواری تعلقات اور ملکیت کے رشتوں کو، جو تاریخی ہیں اور پیداوار کی ترقی کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں، قدرت اور عقل کے ابدی قوانین میں ڈھالیں۔ یہ ایسی غلط خیالی ہے جس میں آپ بھی پہلے کے تمام حکمران اور فنا ہو جانے والے طبقوں کی طرح مبتلا ہیں۔ قدیم ملکیت کے سلسلے میں آپ جو کچھ صاف دیکھتے ہیں۔ جاگیردار ملکیت کے بارے میں آپ جس بات کو مانتے ہیں، وہی بات آپ ملکیت کی اپنی بورژوا صورت کے بارے میں ماننے سے معذور ہیں۔

خاندان کا نام ونشان مٹا دیا جائے۔ بڑے سے بڑے انتہا پسند بھی کمیونسٹوں کی اس شرمناک تجویز پر آگ بگولہ ہو جاتے ہیں۔ موجودہ زمانے کا خاندان بورژوا خاندان آخر کس بنیاد پر قائم ہے؟ سرمایہ پر ذاتی منافع پر۔ اپنی مکمل ترین صورت میں یہ خاندان صرف بورژوا طبقے میں پایا جاتا ہے۔ لیکن اس تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ایک طرف مزدور بے خاندان رہنے پر مجبور ہیں اور سربازار عصمت فروشی ہوتی ہے۔

بورژوا خاندان کا یہ پہلو جب نہیں رہے گا تو وہ خاندان آپ ہی آپ مٹ جائے گا اور سرمایہ کے مٹتے ہی دونوں مٹ جائیں گے۔

کیا آپ کا الزام ہے کہ ہم ماں باپ کو اپنے بچوں کے استحصال سے روکنا چاہتے ہیں؟ ہم اپنا یہ جرم مانتے ہیں۔

لیکن آپ کہیں گے کہ ہم سب سے قابل احترام رشتوں کو برباد کرنے کے درپے ہیں کیونکہ ہم گھریلو تعلیم کی جگہ سماجی تعلیم جاری کرنا چاہتے ہیں۔

اور آپ کی تعلیم؟ کیا وہ بھی سماجی نہیں؟ کیا وہ بھی ان سماجی حالات سے متعین نہیں ہوتی جن میں آپ وہ تعلیم دیتے ہیں؟ کیا اس میں بھی اسکول وغیرہ کے ذریعہ سماج کی براہ راست یا بالواسطہ دست اندازی نہیں ہوتی؟ تعلیم میں سماج کی مداخلت کمیونسٹوں نے ایجاد نہیں کی۔ وہ صرف اس مداخلت کی نوعیت کو بدلنا اور تعلیم کو حکمران طبقے کے اثر سے آزاد کرانا چاہتے ہیں۔

خاندان اور تعلیم کے بارے میں ماں باپ اور بچوں کے مقدس رشتے کے بارے میں بورژوا شور غوغا اسی قدر نفرت انگیز ہوتا جاتا ہے جس قدر جدید صنعت کے اثر سے مزدوروں میں تمام خاندانی بندھن ٹوٹتے جاتے ہیں اور ان کے بچے تجارت کی جنس اور محنت کا اوزار بنتے جاتے ہیں۔

لیکن پورا بورژوا ایک آواز سے چیخ اٹھتا ہے کہ تم کمیونسٹ تو عورتوں کو بھی ساجھے کی ملکیت بنا دو گے۔

بورژوا کی نظر میں اس کی بیوی کی حیثیت بھی پیداوار کے ایک آلے سے زیادہ نہیں۔ پھر جب وہ سنتا ہے کہ آلات پیداوار کا استحصال ساجھے میں کیا جائے گا تو قدرتاً اس کے سوا کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا کہ عورتوں کا بھی یہی حشر ہوگا۔

اس کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ اصل مقصد عورتوں کی اس حیثیت کا خاتمہ کرنا ہے جس میں وہ صرف پیداوار کا آلہ بن کر رہ گئی ہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر مضحکہ خیز بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہمارے بورژوا پاک دامنی کے جوش میں عورتوں کی ساجھی داری پر ناک بھوں چڑھائیں اور ظاہر یہ کریں کہ کمیونسٹ کھلے بندوں اور قانوناً اس کو رائج کریں گے۔

اس کا رواج تو بہت پرانے زمانے سے چلا آتا ہے۔

زنان بازاری کا تو کہنا ہی کیا، جب اپنے مزدوروں کی بہو بیٹیوں سے بھی جی نہیں بھرتا تو ہمارے بورژوا ایک دوسرے کی بیویوں سے ناجائز تعلق قائم کر کے انتہائی مسرت حاصل کرتے ہیں۔

بورژوا شادی دراصل ساجھے میں بیویوں رکھنے کا دستور ہے اور اس لئے کمیونسٹوں پر بفرض محال بڑے سے بڑا الزام کوئی ہو سکتا ہے تو یہی کہ وہ اس منافقت بھری اور پوشیدہ ساجھے داری کے بدلے عورتوں کی اعلانیہ قانونی ساجھے داری قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور اصل حقیقت ظاہر ہے کہ جب موجودہ تعلقات پیداوار اور مٹیں گے تو اس کے ساتھ عورتوں کو ساجھے میں رکھنے کا دستور، یعنی بازاری یا خانگی عصمت فروشی بھی، جو ان تعلقات کا نتیجہ ہے، مٹ جائے گی۔

پھر کمیونسٹوں پر ایک الزام یہ ہے کہ وہ وطن اور قومیت کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔

مزدوروں کا کوئی وطن نہیں۔ اور جو ان کے پاس ہے نہیں، اسے ان سے کون چھین سکتا ہے۔ مزدور طبقے کو چونکہ سب سے پہلے سیاسی اقتدار حاصل کرنا ہے ترقی کر کے قوم کا اگوا طبقہ بننا ہے۔ بلکہ خود قوم بننا ہے۔ اس لئے اس حد تک وہ خود قومی ہے۔ مگر اس لفظ کا وہ مفہوم نہیں جو بورژوا سمجھتے ہیں۔

بورژوا طبقے کی نشوونما تجارت کی آزادی عالم گیر منڈی طریقہ پیداوار اور اس سے متعلقہ حالات زندگی دونوں کی یکسانیت روز بروز قومی امتیاز اور اختلافات کو مٹاتی جاتی ہے۔

پرولتاریہ کا اقتدار قائم ہونے پر وہ اور تیزی سے مٹنے لگیں گے۔ پرولتاریہ کی آزادی کی پہلی شرط یہ ہے کہ کم از کم تمام ترقی یافتہ مہذب ملک ساتھ مل کر قدم اٹھائیں۔

ایک قوم کے ہاتھوں دوسری قوم کا استحصال اسی نسبت سے ختم ہو گا جس نسبت سے ایک فرد کے ہاتھوں دوسرے فرد کا استحصال۔

جتنی تیزی سے قوم کے اندر طبقوں کا اختلاف دور ہو گا اتنی ہی تیزی سے ایک قوم سے دوسری قوم کی دشمنی دور ہو گی۔

کمیونزم پر مذہبی فلسفیانہ اور عموماً نظریاتی نقطہ نظر سے جو اعتراض کئے جاتے ہیں وہ اس قابل نہیں کہ ان پر سنجیدگی سے غور کیا جائے۔

کیا یہ سمجھنے کے لئے غیر معمولی بصیرت کی ضرورت ہے کہ آدمی کی مادی زندگی کی حالتوں، اس کے سماجی رشتوں اور اس کی سماجی زندگی میں جب کبھی تبدیلی ہوتی ہے تو اس کے ساتھ آدمی کے خیالات، تصورات اور نظریے، مختصر یہ کہ آدمی کا شعور بدل جاتا ہے؟

خیالات کی تاریخ نے اس کے سوا اور ثابت ہی کیا کیا ہے کہ جس نسبت سے مادی پیداوار کی نوعیت بدلتی ہے اسی نسبت سے ذہنی پیداوار کی نوعیت بھی بدلتی ہے۔ ہر عہد میں فرمان روائی انہیں خیالات کی رہی جو فرمان روا طبقے کے خیالات تھے۔

لوگ جب ایسے خیالات کا ذکر کرتے ہیں جن سے سماج میں انقلاب آتا ہے تو وہ صرف اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں کہ پرانے سماج کے اندر ایک نئے سماج کے عناصر پیدا کئے گئے ہیں اور پرانے حالات زندگی کے ساتھ ہر ہر قدم پر پرانے خیالات بھی مٹتے جاتے ہیں۔

قدیم دنیا جب آخری ہچکیاں لے رہی تھی اس وقت قدیم مذہبوں پر عیسائیت نے غلبہ پا لیا۔ اور اٹھارہویں صدی میں جب عقلی خیالات کے سامنے عیسائی خیالات نے ہتھیار رکھ دئے اس وقت جاگیردار سماج اپنے زمانے کے انقلابی بورژوا طبقے سے زندگی کی بازی ہار چکا تھا۔ مذہبی آزادی اور ضمیر کی آزادی کے یہ خیالات صرف یہ ظاہر کر رہے تھے کہ علم کی دنیا میں آزاد مقابلے کا راج قائم ہو چکا ہے۔

کہا جائے گا کہ "بلاشبہ تاریخی نشوونما کے دوران میں مذہبی اخلاقی فلسفیانہ سیاسی اور قانونی سیاست اور قانونی خیالات میں ترمیم ہوتی رہی ہے۔ لیکن مذہب فلسفہ عمل سیاست اور قانون ان تبدیلیوں کے باوجود ہمیشہ قائم رہے۔

"پھر ان کے علاوہ کچھ ابدی صداقتیں بھی جیسے آزادی، انصاف وغیرہ اور یہ سماج کی تمام منزلوں میں مشترک ہیں۔ لیکن کمیونزم تمام ابدی صداقتوں کی منکر ہے۔ وہ سرے سے مذہب اور اخلاق کو مٹا دیتی ہے۔ یہ نہیں کہ انہیں کسی نئی بنیاد پر مرتب کرتی ہو۔ اور اس لئے کمیونزم تمام پچھلے تاریخی تجربے کے خلاف قدم اٹھا رہی ہے۔"

اس الزام کے معنی کیا ہیں؟ تمام پچھلے سماج کی تاریخ، طبقاتی اختلافات کی نشوونما کی تاریخ ہے۔ ان اختلافات نے مختلف زمانوں میں مختلف صورتیں اختیار کیں۔ لیکن ان کی صورت کچھ بھی رہی ہو ایک خصوصیت تمام پچھلی صدیوں میں مشترک رہی اور وہ ہے سماج کے ایک حصے کے ہاتھوں دوسرے کا استحصال۔ چنانچہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ پچھلی صدیوں کا سماجی شعور اپنی رنگا رنگی اور گونا گوئی کے باوجود بعض مشترک صورتوں شعور کی صورتوں میں ارتقا کرتا رہا ہے اور یہ اس وقت تک پوری طرح نہیں مٹ سکتیں جب تک کہ خود طبقاتی اختلافات بالکل دور نہ ہو جائیں۔

کمیونسٹ انقلاب ملکیت کے روائیتی تعلقات پر سب سے کاری ضرب ہے۔ چنانچہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ اس کی نشوونما کی لپیٹ میں آ کر روائیتی خیالات کی جڑیں بھی کٹ جاتی ہیں۔

لیکن اب کمیونزم کے خلاف اعتراضوں کا قصہ ختم کیا جائے۔

ہم دیکھ آئے ہیں کہ انقلاب میں مزدور طبقے کا پہلا قدم پرولتاریہ کو حکمران طبقے کی جگہ پر پہنچانا ہے، جمہوریت کی لڑائی جیتنا ہے۔

پرولتاریہ اپنے سیاسی اقتدار سے کام لے کر رفتہ رفتہ پورا سرمایہ بورژوا طبقے سے چھین لے گا۔ پیداوار کے تمام آلات کو ریاست یعنی حکمران طبقے کی صورت میں منظّم پرولتاریہ کے ہاتھوں میں مرکوز کر دے گا اور پھر جتنی تیزی سے ہو سکے تمام پیداواری قوتوں کو ترقی دے گا۔

اس میں شک نہیں کہ ابتدا میں اس کو عمل میں لانے کی اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ ملکیت کے حقوق اور بورژوا پیداوار کے تعلقات پر جارحانہ حملہ کیا جائے۔ لہٰذا ایسی تدبیریں اختیار کی جائیں جو اقتصادی اعتبار سے ناکافی اور ناکارہ معلوم ہوں گی، لیکن جو تحریک کے دوران میں اپنی حدود سے آگے قدم بڑھائیں گی، جن سے پرانے سماجی نظام پر مزید حملوں کی ضرورت پیدا ہو گی اور جو طریقہ پیداوار کی بالکل کایا پلٹ دینے کے لئے بے حد ضروری ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مختلف ملکوں میں یہ تدبیریں بھی مختلف ہوں گی۔ بہر کیف سب سے ترقی

یافتہ ملکوں میں مندرجہ ذیل تدبیریں بڑی حد تک قابل عمل ثابت ہوں گی ۔:

۱) زمین کے حق ملکیت کو مٹانا اور پورے لگان کو رفاہ عامہ پر خرچ کرنا۔

۲) زیادہ آمدنی کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہوا ٹیکس لگانا۔

۳) وراثت کے حقوق کو منسوخ کرنا۔

۴) وطن سے فرار ہونے والوں اور باغیوں کی جایداد ضبط کرنا۔

۵) لین دین کا سارا کاروبار ایک قومی بنک کے ذریعہ جس میں ریاست کا سرمایہ اور صرف اسی کا اجارہ ہو ریاست کے ہاتھوں میں مرکوز کرنا۔

۶) نقل و حرکت اور خبر رسانی کے تمام وسیلوں پر ریاست کا مرکزی قبضہ ہونا۔

۷) ریاست کے کارخانوں اور آلات پیداوار کو توسیع دینا۔ ایک مشترکہ منصوبے کے مطابق بنجر زمین کو کاشت میں لانا اور بالعموم زمین کی زرخیزی میں اضافہ کرنا۔

۸) سب پر کام کرنے کی یکساں ذمہ داری ہونا۔ صنعتی فوجیں بنانا، خاص کر زراعت کے لئے۔

۹) زراعت اور صنعت کو ملانا اور ملک میں آبادی کی تقسیم ایسے مساوی انداز میں کرنا کہ رفتہ رفتہ شہر اور دیہات کا فرق جاتا رہے۔

۱۰) عام اسکولوں کے ذریعہ تمام بچوں کو مفت تعلیم دینا۔ کارخانوں میں بچوں سے موجودہ شکل میں کام لینے کا رواج بند کرنا۔ تعلیم کو صنعتی پیداوار کے ساتھ ملانا وغیرہ وغیرہ۔

نشو و نما کے دوران میں جب طبقاتی امتیازات مٹ جائیں گے اور تمام پیداوار پوری قوم کی ایک وسیع سماجی انجمن کے ہاتھوں میں جمع ہو جائے گی، اس وقت اقتدار عامہ کی سیاسی حیثیت جاتی رہے گی۔ سیاسی اقتدار اصل میں ایک طبقے کا منظم تشدد ہے دوسرے پر ظلم کرنے کے لئے۔ پرولتاریہ اگر بورژوا طبقے سے جدوجہد کے دوران حالات سے اس پر مجبور ہوتا ہے کہ ایک طبقے کی صورت میں اپنی تنظیم کرے، اگر انقلاب کی بدولت وہ حکمران طبقہ بنتا ہے اور اس طرح پیدوار کے پرانے تعلقات کو زبردستی ختم کر دیتا ہے تو ان کے ساتھ وہ ان حالتوں کو بھی ختم کر دیتا ہے جن پر طبقاتی اختلافات اور خود طبقات کا وجود منحصر ہے۔ اور اس طرح ایک طبقے کی حیثیت سے خود اپنے اقتدار کو بھی ختم کر دیتا ہے۔ پرانے بورژوا سماج اور اس کے طبقوں اور طبقاتی اختلافوں کے بدلے ایک ایسی انجمن قائم ہوگی جس میں ہر شخص کی آزاد ترقی سب کی آزاد ترقی کی شرط ہوگی۔

3۔ سوشلسٹ اور کمیونسٹ ادب

ا۔ رجعتی سوشلزم

(ا) جاگیرداری سوشلزم

فرانس اور انگلینڈ کے اشرافیہ کی تاریخی حیثیت کچھ ایسی تھی کہ جدید بورژوا سماج کے خلاف مختصر پمفلٹ لکھنا اس کا مشغلہ بن گیا۔ جولائی 1830 کے انقلاب فرانس اور انگریزی تحریک اصلاح میں اس اشرافیہ کو ایک بار پھر اس ذلیل نو دولتیے کے سامنے ہتھیار ڈال دینا پڑا۔ اس دن سے کسی اہم سیاسی جدوجہد کا سوال ہی باقی نہیں رہا، اب صرف قلم کی لڑائی ممکن تھی۔ لیکن ادب کے میدان میں بھی شاہی رجعت پرستی (فرانسیسی وراثت پسندوں اور نوجوان انگلینڈ کے ایک حصے نے یہی نظارہ پیش کیا۔ انگلینڈ کی 1660 سے 1689 کی شاہی رجعت نہیں بلکہ 1814 سے 1830 تک کی فرانس کی شاہی رجعت۔ (1888 کے انگریزی ایڈیشن میں اینگلز کا حاشیہ۔) کے زمانے کے نعرے بلند کرنا اب محال ہو گیا تھا۔ ہمدردی پیدا کرنے کی غرض سے اشرافیہ کو مجبور ہونا پڑا کہ بظاہر خود اپنے مفاد کو بھی نظر انداز کر دیں اور بورژوا طبقے کے خلاف فرد جرم مرتب کرنے میں صرف استحصال کئے جانے والے مزدور طبقے کے مفاد کو سامنے رکھیں۔ غرضیکہ اشرافیہ نے اپنے نئے آقاؤں سے انتقام کی صورت یہ نکالی کہ ان کی شان میں ہجو یہ نظمیں لکھیں اور آنے والی تباہی کی نامبارک فال ان کے کان تک پہنچاتا رہا۔

اس طرح جاگیردار سوشلزم کا ظہور ہوا: کچھ رونا دھونا، کچھ ہجو گوئی، کچھ ماضی کی گونج اور کچھ مستقبل کا ڈر۔ کبھی کبھی اپنی تلخ ظریفانہ اور چبھتی ہوئی تنقید سے وہ بورژوا طبقے کے دل کی گہرائیوں تک اتر جاتی ہے۔ لیکن جدید تاریخ کے تقاضوں کو سمجھنے سے وہ بالکل معذور ہے اور اس لئے اس کا اثر ہمیشہ مضحکہ خیز ہوتا ہے۔

اشرافیہ نے لوگوں کو اپنے گرد اکٹھا کرنے کے لئے مزدوروں کے نام پر خیرات کی جھولی اٹھائی اور اسے اپنا پرچم بنالیا۔ مگر جب کبھی لوگ اس کے حلقے میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ گھر کے اندر وہی پرانے جاگیردار منصب کا نشان ابھی تک محفوظ ہے، چنانچہ زور کے حقارت آمیز قہقہے لگاتے ہوئے وہ اس الگ ہو گئے۔

فرانسیسی وراثت پسندوں (وراثت پسند۔ اشراف زمینداروں کی پارٹی جو چاہتے تھے۔ کہ فرانس میں دوبارہ بوربون خاندان کی بادشاہت قائم ہو۔ (ایڈیٹر) اور نوجوان انگلستان کے ایک حصے نے یہی نظارہ پیش کیا۔ (نوجوان انگلینڈ۔ انگریز قدامت پسندوں کا گروہ 1842 کے لگ بھگ قائم ہوا تھا۔ اس میں امرا سیاست دان ل اور ادیب تھے۔ ان میں ڈزرائیلی ٹامس کارلائل وغیرہ کے نام مشہور تھے۔)

اگر جاگیریت پسند کہتے ہیں کہ ان کا استحصال کا طریقہ بورژوا طبقے سے مختلف تھا، تو وہ بھول جاتے ہیں کہ جس ماحول اور جن حالتوں میں وہ استحصال کرتے تھے وہ بالکل مختلف تھیں اور اب گئے گذرے زمانے کی باتیں ہو گئیں۔ اگر وہ کہتے ہیں کہ ان کے زمانے میں جدید پرولتاریہ کا کہیں وجود نہیں تھا تو وہ بھول جاتے ہیں کہ جدید بورژوا طبقہ ان کے سماجی نظام کی ہی پیداوار ہے۔

اور باقی تو وہ اپنی تنقید کی رجعتی نوعیت کو چھپانے کی بہت کم کوشش کرتے ہیں۔ بورژوا طبقے کے خلاف ان کا سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ بورژوا نظام کو بالکل جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکنے والا ہے۔ وہ بورژوا طبقے پر اس بات کے لئے زیادہ ملامت کرتے ہیں کہ وہ انقلابی پرولتاریہ پیدا کرتا ہے، بمقابلہ اس بات کے کہ وہ عام طور پر پرولتاریہ پیدا کرتا ہے۔

اس لئے عملی سیاست میں وہ مزدور طبقے کے خلاف تشدد کی سبھی کارروائیوں میں پورا حصہ لیتے ہیں، اور روزمرہ کی زندگی میں اپنی ساری ڈینگ کے باوجود صنعت کے درخت سے جو سنہرے پھل ٹپکتے ہیں ان کو اٹھانے کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں اور اون، چقندر کی کھانڈ اور آلو کی شراب کی تجارت میں صداقت، محبت اور غیرت سبھی کا سودا کر آتے ہیں۔ (یہ بات خاص طور پر جرمنی پر پوری اترتی ہے جہاں کے زمین دار امرا اور بڑے بڑے آراضی دار اپنی زمینوں کے زیادہ حصے پر اپنے لئے گماشتوں کے ذریعہ کھیتی کراتے ہیں اور ساتھ ہی وہ شکر اور شراب کے بڑے بڑے کارخانوں کے مالک ہیں۔ انگریز اشرافیہ جو ان سے زیادہ دولت مند ہے، ابھی تک ان باتوں سے بالاتر ہے۔ لیکن وہ بھی اپنے گھٹتے ہوئے لگان تک ان باتوں سے بالاتر ہے۔ لیکن وہ بھی اپنے گھٹتے ہوئے لگان کو پورا کرنے کا طریقہ خوب جانتے ہیں اور مشکوک قسم کی جوائنٹ اسٹاک کمپنیاں کھولنے والوں کو اپنا نام ادھار دیتے ہیں۔ (1888 کے انگریزی ایڈیشن میں اینگلز کا حاشیہ۔)

مسیحی سوشلزم اور جاگیرداری سوشلزم میں اسی طرح چولی دامن کا ساتھ ہے، جس طرح پادری اور زمین دار میں۔

عیسائیوں کی رہبانیت کو سوشلزم کا جامہ پہنانے سے زیادہ آسان اور کوئی کام نہیں۔ کیا عیسائیت نے بھی ذاتی ملکیت ازدواج اور ریاست کے خلاف فتوے نہیں صادر کئے؟ کیا اس نے بھی ان کی جگہ پر نیک کام اور فقر تجرد اور نفس کشی رہبانی زندگی اور کلیسائیت کی تلقین نہیں کی؟ مسیحی سوشلزم وہ گنگا جل ہے جس کے چھینٹوں سے پادری اشرفیہ کے دل کی جلن کو سکون پہنچتا ہے۔

(ب) پیٹی بورژوا سوشلزم

جاگیردار اشرافیہ ہی ایک ایسا طبقہ نہیں جسے بورژوا طبقے نے ابتر بنایا ہو۔ جس کا نظام زندگی جدید بوروژوا سماج کی فضا میں جھلس کر برباد ہو چکا ہو۔ عہد وسطی کے شہری بیوپاری اور چھوٹے آراضی دار کسان جدید بورژوا طبقے کے پیش رو تھے۔ جن ملکوں میں صنعت اور تجارت نے زیادہ ترقی نہیں کی وہاں آج بھی یہ دونوں طبقے نوخیز بورژوا طبقے کے پہلو بہ پہلو برے بھلے زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔

جن ملکوں میں جدید تہذیب پورے شباب پر پہنچ گئی ہے۔ وہاں پیٹی بورژوا کا ایک نیا طبقہ بن گیا ہے جو پرولتاریہ اور اور بورژوا کے بیچ میں ڈانوا ڈول رہتا ہے اور بورژوا سماج کے ایک ضمنی حصے کی حیثیت سے برابر اپنی تجدید کرتا رہتا ہے۔ لیکن مقابلہ اس طبقے کے افراد کو ایک ایک کر کے مزدور طبقے کے اندر دھکیلتا رہتا ہے اور جوں جوں جدید صنعت ترقی کرتی ہے وہ خود اس لمحے کو قریب آتے دیکھتے ہیں۔ جب جدید سماج میں ان کی آزاد حیثیت ختم ہو جائے گی اور صنعت زراعت اور تجارت میں نگران کارکرندے اور دکان کے ملازم ان کی جگہ لیں گے۔

جن ملکوں میں فرانس کی طرح آبادی میں آدھے سے زیادہ کسان ہیں، وہاں یہ قدرتی بات تھی کہ بورژوا طبقے کے خلاف پرولتاریہ کا ساتھ دینے والے مصنف بورژوا نظام پر رائے زنی کرنے میں کسان یا پیٹی بورژوا طبقے کی کسوٹی سے کام لیتے اور ان ہی درمیانی طبقوں کے نقطہ نظر سے مزدور طبقے کی پشت پناہی کرتے۔ چنانچہ اس طرح پیٹی بورژوا سوشلزم پیدا ہوئی۔ سسمانڈی صرف فرانس میں ہی نہیں بلکہ انگلینڈ میں بھی اس مسلک کے لوگوں کا پیشوا تھا۔

سوشلزم کے اس مکتب نے جدید پیداواری تعلقات میں تضاد کی چھان بین کرنے میں بڑی ذہانت کا ثبوت دیا۔ اس نے ماہرین اقتصادیات کی منافقانہ بہانہ سازیوں کا پردہ فاش کیا۔ اس نے ناقابل تردید شہادتوں سے ثابت کیا کہ مشین سازی اور تقسیم محنت، چند ہاتھوں میں سرمایہ اور زمین کا اجتماع، فاضل پیداوار اور بحران کیسے کیسے تباہ کن اثرات پیدا کرتے ہیں۔ اس نے پیٹی بورژوا اور کسانوں کی ناگزیز تباہی، مزدور طبقے کی غریبی، پیداوار کی بدنظمی، تقسیم دولت کی شدید نابرابری، قوموں کی آپس میں ایک دوسرے کو مٹا دینے والی صنعتی جنگ، پرانے اخلاقی بندھنوں، پرانے خاندانی رشتوں اور پرانی قوموں کی بربادی کا نقشہ کھینچا۔

لیکن اپنے اثباتی مقاصد میں اس قسم کی سوشلزم یا تو پیداوار اور تبادلے کے پرانے وسیلوں کو اور ان کے ساتھ ملکیت کے پرانے رشتوں اور پرانے سماج کو بحال کرنے کی خواہاں ہے یا پھر پیداوار اور تبادلے کے جدید وسیلوں کو ملکیت کے پرانے رشتوں کی حد بندی کے اندر بند رکھنا چاہتی ہے، حالانکہ انہی وسیلوں کے دباؤ سے وہ رشتے دھماکے کے ساتھ ٹوٹے تھے۔ اور یہ ناگزیر تھا۔ دونوں صورتوں میں یہ سوشلزم رجعت پرست اور یوٹوپیائی ہے۔

صنعت میں اہل حرفہ کی منظم انجمنیں اور زراعت میں سرقبیلی رشتے، یہی اس سوشلزم کا حرف آخر ہے۔

لیکن بالآخر جب تاریخ کی اٹل حقیقتوں نے خود فریبی کے تمام نشہ آور اثرات کو دور کر دیا تو اس قسم کی اشتراکیت نے انتہائی یاس کے عالم میں سر پیٹ لیا۔ اور یہی اس کا انجام تھا۔

(ج) جرمن یا "سچی" سوشلزم

فرانس کا سوشلسٹ اور کمیونسٹ ادب ایسا ادب تھا جو ذی اقتدار بورژوا طبقے کے جبر اور دباؤ کے تحت پیدا ہوا اور جو ان کے اقتدار کے خلاف جدوجہد کا آئینہ دار تھا۔ یہ ادب جرمنی اس وقت پہنچا جب اس ملک کا بورژوا طبقہ جاگیردارانہ مطلق العنانی کے خلاف ابھی میدان میں اترا ہی تھا۔

جرمنی کے فلسفی، نیم فلسفی اور انشاپرداز بڑے اشتیاق سے اس ادب پر ٹوٹ پڑے۔ انہیں اتنی سی بات یاد نہیں رہی کہ یہ تحریریں جب فرانس سے جرمنی آئیں تو ان کے ساتھ فرانس

کے سماجی حالات نہیں آئے تھے۔ جرمنی کے سماجی حالات میں آتے ہی یہ فرانسیسی ادب اپنی فوری عملی اہمیت کھو بیٹھا اور اس نے خالص ادبی صورت اختیار کر لی۔ چنانچہ اٹھارہویں صدی کے جرمن فلسفیوں کی نظر میں پہلے انقلاب فرانس کے مطالبے عام طور پر عملی منطق کے تقاضوں کے سوا اور کچھ نہ تھے اور ان کے خیال میں فرانس کی انقلابی بورژوازی کی مرضی کا اظہار دراصل خالص مرضی یا مرضی کی اصلی صورت یعنی سچی انسانی مرضی کے قوانین کی اہمیت رکھتا تھا۔

جرمنی کے ارباب علم کا کام محض یہ تھا کہ نئے فرانسیسی خیالات اور اپنے فلسفیانہ نقطہ نظر سے فرانسیسی ضمیر میں ہم آہنگی پیدا کریں۔ دوسرے لفظوں میں اپنے فلسفیانہ نقطہ نظر سے فرانسیسی خیالات کو اپنا لیں۔ ان خیالات کو انہوں نے اسی طرح اپنایا جیسے کسی بدیسی زبان کے ادب کو اپنایا جاتا ہے۔ یعنی ترجمے کے ذریعہ۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ قدیم زمانے کے کلاسیکی قلمی نسخوں کے مسودوں کے اوپر راہبوں نے کیتھولک اولیاؤں کے لغو سوانح حیات لکھے تھے۔ جرمنی کے ارباب علم نے فرانس کے غیر مقدس ادب کے سلسلے میں اس طریقے کو الٹ دیا۔ فرانسیسی خیالات کو انہوں نے اپنے فلسفیانہ لغویات لکھنے کے لئے استعمال کیا۔ زر کے تعلقات کے بارے میں فرانسیسی تنقید کے نیچے انہوں نے "انسانیت کی برگشتگی" لکھا اور بورژوا ریاست کی فرانسیسی تنقید کے نیچے "مجرد کل کے تسلط کا خاتمہ"، وغیرہ۔

غرضیکہ انہوں نے فرانس والوں کی تاریخی تنقیدوں کے ساتھ اپنے فلسفیانہ فقروں کا دم چھلا لگا دیا اور اس کا نام رکھ دیا: " فلسفہ عمل"، "سچی سوشلزم"، "سوشلزم کی جرمن سائنس"، "سوشلزم کی فلسفیانہ "بنیاد۔ وغیرہ

غرضیکہ فرانسیسی سوشلسٹ اور کمیونسٹ ادب بالکل بے جان بنا دیا گیا۔ اور چونکہ جرمنوں کے ہاتھ میں وہ ایک طبقے کے خلاف دوسرے کی جدوجہد کا آئینہ دار بھی نہیں رہا، اس لئے اس کو یہ احساس ہوگیا کہ اس نے "فرانسیسی یک طرفہ پن" دور کر دیا ہے اور وہ حقیقی تقاضوں کی نہیں بلکہ حق کے تقاضوں کی، مزدور طبقے کے مفاد کی نہیں بلکہ انسانی فطرت کے مفاد کی، یعنی عام انسان کی نمائندگی کرتا ہے، جو کسی طبقے کا نہیں ہے، جس کا وجود صرف فلسفیانہ اوہام کے دھندلکے میں ہیں۔

اس اثنا میں یہ جرمن سوشلزم جس نے اپنے طفلانہ کاموں کو اتنا اہم اور سنجیدہ سمجھ رکھا تھا اور بازاری دوا فروش کی طرح اپنے دو کوڑی کے مال کا ڈھنڈورا پیٹا تھا، رفتہ رفتہ اپنی کتابی معصومیت کھو بیٹھی۔

جاگیردار اشرافیہ اور مطلق العنان بادشاہت کے خلاف جرمنی اور خصوصاً پروشیا کے بورژوا طبقے کی لڑائی یا دوسرے لفظوں میں لبرل تحریک زیادہ سنگین ہوگئی۔ اس سے سچی سوشلزم کی دیرینہ آرزو بر آئی اسے موقع ملا کہ سیاسی تحریک کے سامنے سوشلسٹ مطالبے پیش کرے۔ اعتدال پسندی نمائندہ حکومت کے سامنے بورژوا مقابلہ پریس کے بورژوا آزادی بورژوا قانون سازی اور بورژوا آزادی اور برابری کے خلاف اپنی پرانی لعنتوں کی بوچھاڑ شروع کرے اور عوام الناس کو بتلائے کہ اس بورژوا تحریک میں ان کا کوئی فائدہ نہیں، سراسر نقصان ہی نقصان ہے۔ جرمن سوشلزم عین وقت پر بھول گئی کہ وہ خود جس فرانسیسی تنقید کی ایک بے معنی نقل تھی، اس کے پیش نظر جدید بورژوا سماج اسی سے مطابقت رکھنے والے مادی حالات زندگی اور سیاسی ڈھانچے سمیت تھا اور یہی وہ چیزیں تھیں جن کا حاصل کرنا جرمنی کی آنے والی جدوجہد کا مقصد تھا۔

جرمن مطلق العنان حکومتوں کے لئے جن کے ساتھ پادریوں، پروفیسروں، دیہاتی زمینداروں اور افسروں کا ایک لاؤ لشکر موجود تھا، یہ (سوشلزم) ایک پسندیدہ چیز تھی جس کی نوعیت سے خطرناک بڑھتی ہوئی بورژوازی کو ڈرایا جاسکتا تھا۔

یہ ان کڑوے تازیانوں اور گولیوں پر چڑھتی ہوئی شکر تھی جن کے ذریعہ حکومت جرمن مزدوروں کی بغاوتوں کو دبا رہی تھی۔ ایک طرف تو یہ "سچی" سوشلزم جرمن بورژوا طبقے کے خلاف لڑنے کے لئے حکومتوں کے ہاتھوں میں ہتھیار کا کام دیتی تھی اور دوسری طرف براہ راست ایک رجعتی مفاد یعنی جرمنی کے پیٹی بورژوازی کے مفاد کی علم بردار تھی۔ جرمنی کا یہ پیٹی بورژوا طبقہ سولہویں صدی کی نشانی ہے اور اس وقت سے برابر مختلف صورتوں میں نمودار ہوتا رہا ہے اور یہی موجودہ صورت حال کی اصلی سماجی بنیاد ہے۔

اس طبقے کو قائم رکھنے کا مطلب جرمنی میں موجودہ صورت حال کو قائم رکھنا ہے۔ بورژوازی کی صنعتی اور سیاسی برتری سے ڈرتے ہوئے وہ اپنی قطعی تباہی کا انتظار کرتا ہے۔ ایک طرف سرمائے کے مرکوز ہونے کی وجہ سے اور دوسری طرف انقلابی پرولتاریہ کی نشوونما کی وجہ سے۔ پیٹی بورژوا کو معلوم ہوتا ہے کہ "سچی" سوشلزم ایک تیر سے دونوں کا شکار کرتی ہے۔ اور اس لئے سچی سوشلزم ایک وبا کی طرح پھیل گئی۔

جرمن سوشلسٹوں نے اپنی بے مایہ ابدی صداقتوں کے لاغر پنجر کو ایک روحانی لباس پہنا دیا جسے منطقی استدلال کے تانے بانے سے بنایا گیا تھا، جس پر فصاحت کے بیل بوٹے کاڑھے ہوئے تھے اور جو میٹھے جذبات کی آنسوؤں میں بھیگا ہوا تھا۔ یہ لبادہ اس طبقے میں ان کے مال کی کھپت بڑھانے میں بہت کار آمد ثابت ہوا۔

اور اپنی جانب سے جرمن سوشلزم روز بروز یہ تسلیم کرتی گئی کہ لمبی چوڑی باتیں کر کے پیٹی بورژوا طبقے کی وکالت کرنا ہی اس کا اصلی کام ہے۔

اس نے دعویٰ کیا کہ جرمن قوم ہی ایک مثالی قوم ہے اور جرمن کا پیٹی بورژوا انسانیت کا اعلیٰ نمونہ۔ اس مثالی انسان کی ہر کمینہ حرکت اور سفلہ پن کی اس نے ایک مخفی اعلیٰ اور سوشلسٹ تعبیر پیش کی جو اس کی اصلی خصلت کے بالکل برعکس تھی۔ انتہا یہ کہ اس نے کمیونزم کی کھلم کھلا مخالفت شروع کر دی کہ اس میں "وحشیانہ تباہ کاری" کا رجحان پایا جاتا ہے اور اپنی غیر جانب داری کے نام سے تمام طبقاتی جدوجہد کے لئے انتہائی حقارت کا اظہار کیا۔ آج کل جرمنی میں سوشلزم اور کمیونزم کے نام سے جن کتابوں کا چلن ہے ان میں چند ایک کو چھوڑ کر سب اسی گندے اور نکما بنا دینے والے ادب سے تعلق رکھتی ہیں۔ (1848 کے انقلابی طوفان نے اس پورے بھونڈے رجحان کو مٹا دیا اور اس کے علم برداروں کے دل سے سوشلزم میں الجھنے کا شوق دور کر دیا۔ اس رجحان کا اصلی اور مخصوص نمائندہ ہیر کارل گون ہے۔ 1890 کے جرمن ایڈیشن میں اینگلز کا حاشیہ۔)

2 ۔ قدامت پسند یا بورژوا سوشلزم

بورژوا طبقے کا ایک حصہ سماج کی خرابیوں کو دور کر دینا چاہتا ہے تاکہ بورژوا سماج کی زندگی کو قائم رکھا جا سکے۔

اس گروہ میں ماہرین معاشیات، انسانیت دوست، غریبوں کے ہمدرد، مزدور طبقے کی حالت سدھارنے والے، کارخیر کے ناظم، جانوروں پر بے رحمی کی مخالفت کرنے والی انجمنوں کے اراکین، شراب نوشی کے کٹر مخالف اور چھوٹے چھوٹے مصلح شامل ہیں۔طرہ یہ کہ اس قسم کی سوشلزم کے مکمل نظام بھی تیار کر لئے گئے ہیں۔

اس نوع کی سوشلزم کی ایک مثال ہمیں پرودھون کی کتاب "افلاس کا فلسفہ" میں ملتی ہے۔ بورژوا سوشلسٹ جدید سماجی حالات کے تمام فائدوں کو قائم رکھنا چاہتے ہیں، مگر اس جدوجہد کو اور ان خطروں کو نہیں جو ان کا لازمی نتیجہ ہیں۔ وہ سماج کی موجودہ صورت حال کو پسند کرتے ہیں بشرطیکہ اس کے انقلابی اور انتشار پیدا کرنے والے عناصر کو نکال دیا جائے۔ وہ چاہتے ہیں کہ بورژوا طبقہ رہے مگر مزدور نہ ہوں۔ ظاہر ہے کہ بورژوازی کی نظر میں سب سے اچھی دنیا وہی ہوگی جس میں خود اس کا تسلط ہو۔ اور بورژوا سوشلزم اس خوش آئند تصور کو فروغ دے کر کم و بیش کئی مکمل نظام مرتب کر لیتی ہے۔ مزدوروں سے جب اس کی تجویز کی جاتی ہے کہ اس نظام پر عمل کریں اور بیٹھے بٹھائے ایک نئی جنت میں پہنچ جائیں تو حقیقت میں کہنے کی غرض یہ ہوتی ہے کہ مزدور موجودہ سماج کے دائرے کے اندر رہیں مگر بورژوا طبقے کے بارے میں نفرت بھرے خیالات اپنے دماغ سے نکال دیں۔

اس سوشلزم کی ایک اور زیادہ عملی صورت ہے لیکن اس میں نظر و ترتیب کی کمی ہے۔ وہ مزدور طبقے کی نگہ میں ہر انقلابی تحریک کی وقعت کم کرنے کے لئے یہ ثابت کرنا چاہتی ہے کہ انہیں محض کسی سیاسی اصلاح سے نہیں بلکہ زندگی کی مادی حالتوں کو اور معاشی رشتوں کو بدلنے سے ہی کچھ فائدہ ہو سکتا ہے۔ لیکن زندگی کی مادی حالتوں کو بدلنے سے ہی سوشلزم کی منشا ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ پیداوار کے بوروژوا تعلقات مٹا دئے جائیں۔ یہ کام تو صرف انقلاب کے ذریعہ ہی پورا ہو سکتا ہے۔ اس کا مدعا موجودہ رشتوں کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی بنیاد پر نظم و نسق میں اصلاح کرنا ہے۔ ان اصلاحات سے سرمایہ اور محنت کے رشتے پر کوئی اثر نہیں پڑتا، بلکہ بہت ہوا تو بورژوا حکومت کے اخراجات میں کمی ہو سکتی ہے اور اس کے نظم و نسق میں زیادہ سہولت اور سادگی پیدا ہو سکتی ہے۔

بورژوا سوشلزم کا اصلی اظہار اس وقت اور صرف اس وقت ہوتا ہے جب وہ محض ایک استعارے کی صورت میں پیش کی جاتی ہے۔

آزاد تجارت! مزدور طبقے کی بھلائی کے لئے۔ حفاظتی محصول! مزدور طبقے کی بھلائی کے لئے۔ قید تنہائی! مزدور طبقے کی بھلائی کیلئے۔ بورژوا سوشلزم کا حرف آخر یہی ہے اور یہی ایک ایسا حرف ہے جسے سنجیدگی کے ساتھ کہا گیا ہے۔

بورژوازی کا سوشلزم اس صداقت پر مشتمل ہے کہ بوروژوا، بورژوا ہے، مزدور طبقے کی بھلائی کے لئے!

3۔ تنقیدی یوٹو پیائی سوشلزم اور کمیونزم

ہم یہاں اس ادب کا ذکر نہیں کرنا چاہتے جس نے آج کل کے ہر بڑے انقلاب میں پرولتاریہ کے مطالبوں کی آواز بلند کی ہے اور جس کی مثال بابیول وغیرہ کی تحریروں میں ملتی ہے۔

پرولتاریہ نے اپنے مقاصد پورا کرنے کی براہ راست کوشش پہلے پہل اس وقت کی جب ہر طرف ہلچل مچی ہوئی تھی اور جاگیردار سماج کا قلعہ قمع کیا جا رہا تھا۔ ان کوششوں کا ناکام رہنا لازم تھا۔ کیونکہ اس وقت مزدور طبقہ زیادہ ترقی نہیں کرنے پایا تھا۔ اس کی نجات کے لئے جو معاشی حالتیں ضروری ہیں وہ بھی موجود نہ تھیں۔ انہیں ابھی وجود میں لانا تھا اور آنے والا بورژوا عہد ہی انہیں وجود میں لا سکتا تھا۔ پرولتاریہ کی ان ابتدائی تحریکوں کے ساتھ جو انقلابی ادب پیدا ہوا، اس کی نوعیت لازماً رجعت پسند تھی۔ اس نے عام ترک دنیا اور نہایت بھونڈی قسم کی سماجی برابری کی تعلیم دی۔

اصل میں جو سوشلسٹ اور کمیونسٹ نظام کہلاتے ہیں یعنی جو سین سائمون فورئے اور اووین وغیرہ کی طرف منسوب ہیں وہ اس زمانے میں پیدا ہوئے تھے جب پرولتاریہ اور بورژوا طبقے کے درمیان جدوجہد نہایت ابتدائی اور بے ترقی یافتہ حالت میں تھی۔ اس کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ (ملاحظہ ہو پہلا باب بورژوا اور پرلتاریہ)

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان نظاموں کے بانی طبقاتی اختلافوں سے بے خبر نہ تھے۔ انہوں نے ان عناصر کو بھی دیکھا تھا جن کے عمل سے مروجہ سماج میں انتشار پیدا ہو رہا ہے۔ لیکن پرولتاریہ اس وقت تک اپنی طفولیت کے عالم میں تھا اور اس میں ان کو ایسے کوئی آثار نظر نہیں آئے جن سے معلوم ہو کہ اس طبقے میں تاریخی پیش قدمی یا آزاد سیاسی تحریک کا مادہ موجود ہے۔

چونکہ طبقاتی تصادم صنعت کی ترقی کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہے، اس لئے ان لوگوں کو اپنے تصادم کو اپنے وقت کی اقتصادی صورت حال میں وہ مادی حالتیں نہیں ملیں جو پرولتاریہ کی نجات کے لئے ضروری ہیں لہٰذا وہ ایک نئی سماجی سائنس کی، نئے سماجی قانون کی کھوج کرنے لگے جس سے ان حالتوں کو پیدا کیا جا سکے۔

تاریخی عمل کی جگہ ان کا اپنا ذاتی اختراعی عمل ہوگا، نجات کی تاریخی طور پر پیدا ہونے والے حالتوں کی جگہ خیالی حالتیں، اور پرولتاریہ کی رفتہ رفتہ طبقے میں تنظیم کی جگہ سماج کی ایک ایسی تنظیم ہوگی جسے ان موجدوں نے خاص طور سے تیار کیا ہو۔ ان کے خیال میں مستقبل کی تاریخ یہ ہے کہ ان کے سماجی منصوبوں کی تبلیغ کی جائے اور انہیں عملی جامہ پہنایا جائے۔

اپنی تجویزوں کو مرتب کرنے میں وہ یہ احساس رکھتے ہیں کہ مزدور طبقے کے مفاد کا خاص دھیان رکھیں کہ وہ سب سے زیادہ مصیبت زدہ طبقہ ہے ان کی نگاہ میں پرولتاریہ کی حیثیت صرف اتنی ہے کہ یہ غریب سب سے زیادہ مصیبت کا مارا ہوا ہے۔

طبقاتی جدوجہد کی غیر ترقی یافتہ صورت اور پھر ان کے اپنے حالات زندگی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس قسم کے سوشلسٹ اپنے آپ کو تمام طبقاتی اختلافوں سے بہت اونچا سمجھنے لگتے ہیں۔ وہ سماج کے ہر فرد کی حالت سدھارنا چاہتے ہیں، ان کی بھی جنہیں دنیا کی ہر نعمت حاصل ہے۔ اسی لئے عموماً وہ بلالحاظ طبقہ پورے سماج سے اپیل کرتے ہیں۔ یہی نہیں۔ بلکہ حکمران طبقے سے اپیل کرنا زیادہ اچھا سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ ایک بار ان کے نظام کو سمجھ لینے کے بعد کیسے کوئی شخص انکار کر سکتا ہے کہ سماج کی بہتر سے بہتر حالت کا بہتر خاکہ یہ نہیں ہے۔ اس لئے

وہ تمام سیاسی اور خصوصاً انقلابی عمل کو ٹھکراتے ہیں۔ وہ پرامن طریقے سے اپنے مقصد پورا کرنا چاہتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے تجربے کر کے، جن کا انجام ناکامی کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا، مثال قائم کر کے سماجی پیغام کا راستہ صاف کریں۔

آنے والے سماج کی یہ خیالی تصویریں ایسے وقت کھینچی گئی تھیں جبکہ پرولتاریہ ابھی بہت پچھڑی ہوئی حالت میں تھا اور خود اس کے ذہن میں اپنی حیثیت کے متعلق بے سروپا خیالات بھرے ہوئے تھے۔ ان کا تعلق پرولتاریہ کے اس ابتدائی احساس سے تھا جو اس کے دل میں پورے سماج کی نئے سرے سے تعمیر کرنے کے لئے پیدا ہو رہا تھا۔

لیکن ان سوشلسٹ اور کمیونسٹ مطبوعات میں ایک تنقیدی پہلو بھی موجود ہے۔ وہ موجودہ سماج کے ہر اصول پر اوار کرتے ہیں۔ لہٰذا مزدور طبقے کی تعلیم کے لئے ان میں نہایت پیش قیمت مواد بھرا پڑا ہے۔ ان میں جو عملی تدبیریں پیش کی گئی ہیں مثلاً یہ کہ شہر اور دیہات کی تمیز اٹھا دی جائے۔ خاندان، افراد کے فائدے کے لئے صنعتی کاروبار کا طریقہ اور اجرتی نظام مٹا دئے جائیں، سماجی ہم آہنگی پیدا کی جائے، ریاست جو کام انجام دیتی ہے، ان کے بدلے محض پیداوار کی دیکھ بھال کا کام رہنے دیا جائے۔ یہ سب تجویزیں صرف یہ بتا رہی ہیں کہ طبقاتی اختلافات مٹ جائینگے۔ مگر اس وقت صرف انہوں نے ابھی ابھرنا ہی شروع کیا تھا اور ان مطبوعات میں ان کی بالکل ابتدائی غیر واضح اور نہایت مبہم صورت دکھائی دیتی ہے۔ اس لئے یہ تجویزیں محض یوٹوپیائی حیثیت رکھتی ہیں۔

تنقیدی یوٹوپیائی سوشلزم اور کمیونزم کی اہمیت میں اور تاریخی نشوونما میں الٹا تعلق ہے۔ جدید طبقاتی جدوجہد سے ان کی بے بنیاد علیحدگی اور اس کی بے سروپا مخالفت اپنی عملی قدر و قیمت اور نظریاتی جواز کھوتی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اگرچہ ان نظاموں کے بانی کئی اعتبار سے انقلابی تھے مگر ان کے پیرو بلا استثناء محض رجعت پسند ہو کر رہ گئے ہیں۔ وہ اپنے استاد کے خیالات پر جوں کے توں جمے رہتے ہیں اور مزدور طبقے کی بڑھتی ہوئی تاریخی نشوونما کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اس لئے وہ مسلسل طبقاتی کشمکش کو ختم کرنے اور طبقاتی اختلافات کا تصفیہ کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ابھی تک اپنے تجربوں کے ذریعہ اپنے سماجی یوٹوپیائی منصوبوں کو پورا کرنے کا خواب دیکھتے ہیں۔ وہ الگ الگ "فلانستر" قائم کرنا، (فوریئے نے جن سوشلسٹ نوآبادیوں کا منصوبہ بنایا تھا۔ انہیں فلانستر کہا جاتا ہے۔ کابے نے اپنے خیالی کمیونسٹ نوآبادی بسائی تو اس کا یہی نام پڑا۔ (1888 کے انگریزی ایڈیشن میں اینگلز کا حاشیہ۔) گھریلو نوآبادیوں (Home colonies) بسانا، اووین اپنی مثالی کمیونسٹ سوسائیٹیوں کو home colonies یعنی گھریلو نوآبادیاں کہتا تھا۔ فوریئے نے جن عوامی محلوں کا منصوبہ بنایا تھا۔ ان کا نام فلانستر تھا۔ اور خواب و خیالی کی وہ یوٹوپیائی دنیا جس کے کمیونسٹ اداروں کی تصویر کابے نے کھینچی تھی ایکاریا کہلاتی تھی۔ 1890 کے جرمن ایڈیشن میں اینگلز کا حاشیہ۔) چھوٹے چھوٹے ایکاریا۔ (نئے یروشلم کا مختصر نمونہ) بنانا چاہتے ہیں۔ اور ان تمام ہوائی قلعوں کی تعمیر کے لئے مجبور ہوتے ہیں کہ بورژوازی کے جذبات سے اپیل کریں اور ان کے تھیلی شاہوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ اس طرح رفتہ رفتہ تنزل کر کے وہ بھی ان رجعت پسند یا قدامت پرست سوشلسٹوں کے زمرے میں جا ملتے ہیں جن کی تصویر اوپر کھینچی گئی ہے۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنی باقاعدہ کتاب پرستی اور اپنی سماجی سائنس کے معجزانہ اثرات پر ایمان رکھتے ہیں جو جنون اور اوہام پرستی کی حد تک جا پہنچا ہے۔

اس لئے وہ مزدور طبقے کے ہر طبقے کے عمل کی شدت سے مخالفت کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں سماجی عمل کا راستہ وہی لوگ اختیار کر سکتے ہیں جو تعصب سے اندھے ہو جائیں اور ان کی نئی بشارت کو ماننے سے انکار کریں۔ اس لئے انگلستان میں اووین اور فرانس میں فوریئے کے نام لیوا چارٹسٹوں اور اصلاح پسندوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ (اس کا اشارہ اخبار La Reforme (الاصلاح) کے حامیوں کی طرف ہے جو ریپبلک قائم کرنے اور جمہوری سوشل اصلاحوں کا مطالبہ کرتے تھے۔ یہ اخبار 1843 سے 1850 تک پیرس سے شائع ہوا۔ (ایڈیٹر)

4۔ حکومت کی دوسری مخالف پارٹیوں سے کمیونسٹوں کا تعلق

دوسرے باب میں وضاحت کی چکی ہے کہ مزدور طبقے کی موجودہ پارٹیوں سے جیسے انگلستان میں چارٹسٹوں اور شمالی امریکہ میں زرعی اصلاح پسندوں سے کمیونسٹوں کے تعلقات کیا ہیں۔

کمیونسٹ جدوجہد اس لئے کرتے ہیں کہ مزدور طبقے کے فوری مقصد حاصل ہوں، ان کے عارضی مفاد پورے کئے جاسکیں۔ لیکن حال کی تحریک میں وہ اس تحریک کے مستقبل کی بھی ترجمانی کرتے ہیں اور اس کا دھیان رکھتے ہیں۔ فرانس میں کمیونسٹ قدامت پرست اور ریڈیکل بورژوازی کے خلاف سوشل ڈیموکریٹوں سے ایکا کرتے ہیں۔ (اس پارٹی کی نمائندگی ان دنوں پالیمنٹ میں لیدرورولن، ادب میں لوئی بلانک، روانہ اخباروں میں ,Le Reforme کرتے تھے۔ یہی لوگ سوشل ڈیموکریسی کے لفظ کے موجد تھے۔ ان کے نزدیک اس کا مطلب ڈیموکریٹک یا ریپبلکن پارٹی کا وہ حصہ تھا جس پر سوشلزم کا کم و بیش کچھ اثر ہو۔ (1888 کے انگریزی ایڈیشن میں اینگلز کا حاشیہ۔)

فرانس میں ان دنوں جو پارٹی اپنے آپ کو سوشل ڈیموکریٹک کہتی تھی، اس کے نمائندے سیاسی زندگی میں لیدرورولن اور ادب میں لوئی بلانک تھے۔ چناچہ یہ موجودہ زمانے کی جرمن سوشل ڈیموکریسی سے بہت مختلف تھی۔ (۱۸۹۰ء کے جرمن ایڈیشن میں اینگلز کا حاشیہ۔)

مگر انقلاب فرانس سے جو پرفریب الفاظ اور موہوم امیدیں منتقل ہوتی ہیں، ان پر رائے زنی کرنے کا حق انہوں نے نہیں چھوڑا۔ سوئزرلینڈ میں وہ ریڈیکل پارٹی کی مدد کرتے ہیں۔ مگر اس حقیقت سے چشم پوشی نہیں کرتے کہ یہ پارٹی متضاد عناصر سے مل کر بنی ہے جس میں کچھ تو فرانسیسی قسم کے جمہوری سوشلسٹ ہیں اور کچھ ریڈیکل بورژوا۔

پولینڈ میں وہ اس پارٹی کے مددگار ہیں جو زرعی انقلاب پر زور دیتے ہیں کہ یہی قومی نجات کی شرط اول ہے۔ 1846 میں اسی پارٹی نے کراکف میں بغاوت کی آگ بھڑکائی تھی۔

جرمنی میں بورژوا طبقہ جب کبھی کسی انقلابی راستے پر قدم رکھتا ہے اور مطلق العنان بادشاہت جاگیردار زمین داری اور رجعت پسند پیٹی بورژوازی کے خلاف انقلابی کاروائی کرتا ہے تو کمیونسٹ اس کے ساتھ مل کر لڑتے ہیں۔

لیکن ایک لمحے کے لئے بھی وہ یہ نہیں بھولتے کہ بورژوا اور پرولتاریہ کی بنیادی دشمنی کا خیال نہایت مضبوطی کے ساتھ مزدور طبقے کے دل میں بٹھا دیں تا کہ جب وقت آئے تو جرمن مزدوران سماجی اور سیاسی حالات کو جسے بورژوا طبقہ اپنے اقتدار کے ساتھ لازما قائم کرے گا، خود بورژوا طبقے کے خلاف ہتھیار بنا کر استعمال کریں اور جرمنی میں رجعت پسند طبقوں کے زوال کے بعد خود بورژوا طبقے کے خلاف لڑائی فوراً شروع کر دی جائے۔

کمیونسٹوں کی نظر سب سے زیادہ جرمنی پر لگی ہوئی ہے۔ کیونکہ اولاً اس ملک میں بورژوا انقلاب کی گھڑی آ پہنچی ہے اور یہ انقلاب لازماً یورپی تہذیب کے بہت زیادہ ترقی یافتہ حالات میں اور ایک ایسے پرولتاریہ کے ساتھ ہوگا جو سترھویں صدی کے انگلستان اور اٹھارھویں صدی کے فرانس کے پرولتاریہ کی بہ نسبت بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ اور دوسرے اس لئے بھی کہ جرمنی میں بورژوا انقلاب اپنے فوراً بعد آنے والے پرولتاری انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ مختصر یہ کہ کمیونسٹ ہر جگہ موجودہ سماجی اور سیاسی نظام کے خلاف ہر انقلابی تحریک کی مدد کرتے ہیں۔

وہ ان تمام تحریکوں کا سب سے اہم سوال، یعنی ملکیت کا سوال، سامنے لاتے ہیں خواہ تحریک اس وقت کسی بھی مرحلے میں کیوں نہ ہو۔

اور سب سے آخر میں یہ کہ کمیونسٹ ہمیشہ تمام ملکوں کی جمہوری پارٹیوں میں اتحاد اور یکجہتی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنے خیالات اور مقاصد کو چھپانا کمیونسٹ اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ وہ برملا اعلان کرتے ہیں کہ ان کا اصلی مقصد اسی وقت پورا ہو سکتا ہے۔ جبکہ موجودہ سماجی نظام کا تختہ بزور الٹ دیا جائے۔ حکمران طبقے کمیونسٹ انقلاب کے خوف سے کانپ رہے ہوں تو کانپیں۔ مزدوروں کو اپنی زنجیروں کے سوا کھونا ہی کیا ہے اور جیتنے کو ساری دنیا پڑی ہے۔

دنیا کے مزدورو، ایک ہو!

اس کتاب کو مارکسسٹس انٹرنیٹ آرکائیو marxists.org کے لیے ابن حسن نے ترتیب دیا۔

کمپوزنگ: جواد بٹ

نظر ثانی ترجمہ: ابن حسن

اپنی رائے اور تجاویز کے لیے درج ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

hasan@marxists.org